14

نظرۃ النعیم سیریز

دل بدلے تو زندگی بدلے

پارٹ-1

دل کی زندگی

نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل کی زندگی

استاذہ نگہت ہاشمی

دل کی زندگی

استاذہ نگہت ہاشمی

النور پبلیکیشنز

نام کتاب : دل کی زندگی

مُصنّفہ : نگہت ہاشمی

طبع اوّل : جون 2007ء

تعداد : 2100

ناشر : النور انٹرنیشنل

لاہور : 98/CII گلبرگ III فون: 042-7060578-7060579

فیصل آباد : 103 سعید کالونی نمبر 1 ' کینال روڈ' فون: 1851 872 - 041

بہاولپور : 7A ' عزیز بھٹی روڈ' ماڈل ٹاؤن اے' فون: 2875199 - 062
2885199' فیکس : 2888245 - 062

ملتان : 888/G/1 ' بالمقابل پروفیسرز اکیڈمی' بوسن روڈ' گلگشت
فون: 6220551 6223646 - 061

ای میل : alnoorint@hotmail.com

ویب سائٹ : www.alnoorpk.com

النور کی پراڈکٹس حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں:

مومن کمیونیکیشنز 48-B گرین مارکیٹ بہاولپور

فون نمبر 2888245 - 062

قیمت : روپے

ابتدائیہ

زندگی کیا ہے؟ حرکت زندگی ہے۔عمل زندگی ہے۔فطرت زندگی ہے۔فطرت کے مطابق چلنا زندگی ہے۔

ے تو اسے پیمانۂ امروز فردا سے نہ ناپ
جاوداں ، پیہم رواں ، ہر دم رواں ہے زندگی

زندگی کی روانی میں خلل کیسے آتا ہے؟ مسلسل سفر، ترقی کا سفر، انسانیت کا سفر، عروج کا سفر رک کیوں جاتا ہے؟ انسانیت کے، آدمیت کے راستے کی رکاوٹ کیا ہے؟ دل کے اندر Blockage کیسے ہوتی ہے؟ یہ مچلتی، اُبلتی، اُمڈتی زندگی کیوں رک جاتی ہے؟ پیچھے دیکھیں تو رکاوٹ ڈالنے والا نظر آتا ہے۔وہ دشمن جان دشمن ایمان چاہتا ہے کہ ربّ کی نظروں سے گر جائیں۔اُس چھپے دشمن کا وار بھی چھپا ہوا ہے۔وہ وسوسہ ڈالتا ہے اور چھپ جاتا ہے، انسان پہچان نہیں پاتا، وسوسے کو قبول کر لیتا ہے اور اس کو یوں محسوس ہوتا ہے گویا یہی میرے دل میں ہے۔یہ وسوسے انسانیت کے راستے کی رکاوٹ ہیں کیونکہ یہ بندے اور ربّ کے رشتے کو کاٹنے والے، انسان کو تکبر میں مبتلا کرنے والے، زندگی میں ربّ سے فیصلے چاہنے کی بجائے اپنی مرضی سے فیصلے کے لیے مجبور کرنے والے ہوتے ہیں۔انسان ربّ کو

بڑا ماننے کی بجائے ان وسوسوں کے تیروں کی زد میں خود کو بڑا بنا بیٹھتا ہے اور پھر گھائل روح کے ساتھ اپنی بڑائی کا، تکبر کا جھنڈا اُٹھا لیتا ہے۔ یہی تکبر دل کی موت کا سبب بنتا ہے۔ جیسے کل ابلیس کے اندر تکبر اُبھرا تھا اور وہ ربّ کی نظروں سے گر گیا۔ وہ ہر انسان کے اندر اسی طرح اپنی بڑائی کا احساس اُبھارتا ہے اور انسان ربّ کی نظروں سے گر جاتا ہے۔ وہ حیران و پریشان زندگی کے لق ودق صحرا میں تنہا رہ جاتا ہے۔ اُس سے زندگی کے معاملات میں فیصلے کے لیے جب ربّ کی ذات گم ہو جاتی ہے تو اس مقام پر کبھی وہ خود کو بٹھاتا ہے، کبھی اپنے جیسے دوسروں کو۔ یوں اس کی زندگی کا سٹیرنگ شیطان اپنے کنٹرول میں لے لیتا ہے اور رفتہ رفتہ اُسے ایک نامعلوم اندھی منزل تک لے جاتا ہے اور یوں دل موت کی دہلیز پر پہنچ جاتا ہے۔ اس سسکتے، آخری ہچکیاں لیتے، نزع کے عالم میں پائے جانے والے دل کو بھی کیا زندگی مل سکتی ہے؟ ربّ جواب دیتا ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28)

”خبردار! اللہ تعالیٰ کی یاد میں دلوں کا اطمینان ہے“۔

یہ Contentment، یہ اطمینان ہی تو دل کی زندگی ہے۔ یہ زندگی ذکر سے ملتی ہے۔ یہ زندگی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں ملتی ہے۔ رفتہ رفتہ دل کی سیاہی دور ہوتی ہے اور زندگی کی چمک کے آثار پیدا ہوتے ہیں، ربّ سے رشتہ بحال ہونے لگتا ہے اور انسان کی خوشیاں لوٹ آتی ہیں۔ یہ خوشی ہی تو دل کی زندگی ہے جس کے لیے ہمیں کوشش کرنی ہے۔

نگہت ہاشمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل کیا ہے؟ دل تو بادشاہ ہے اور پورا جسم اس کی رعایا۔ بادشاہ حکم دیتا ہے تو رعایا اس کے حکم پر چلتی ہے۔ رعایا کے مقابلے میں بادشاہ بڑا محسوس ہوتا ہے، ایسے لگتا ہے قوی ہے، مضبوط ہے، آزاد ہے مگر عملاً ایسا نہیں ہے۔ یہ بادشاہ اپنے اندر آنے والے خیالات کا قیدی ہے۔ یہ خیالات دل کو اپنی گرفت میں لیے رکھتے ہیں، سارے فیصلے انہی خیالات کے مطابق ہوتے ہیں۔ ان خیالات کو وسوسے کہیں یا خواطر، یہ ہوتے بہت قوی ہیں، دل ان کی گرفت سے آزاد نہیں ہوتا۔ قیدی بادشاہ وسوسوں کی گرفت میں دن بدن کمزور پڑتا جاتا ہے حتیٰ کہ مردہ ہو جاتا ہے۔ دل کی اس کیفیت کے بارے میں اہلِ علم نے غور و فکر کیا ہے۔ دل کیسے مردہ ہوتا ہے؟ کیا دل کی زندگی ممکن ہے؟ دل کیسے زندہ ہوتا ہے؟ کیا شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے بچنے کے لیے فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کافی ہے یا کچھ اور کوششیں کرنے کی بھی ضرورت ہے؟

جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے کہ دل کیسے مردہ ہوتا ہے؟ تو دل وسوسوں سے، خیالات سے پہلے متاثر ہوتا ہے۔ پھر ان وسوں کی قید میں یہ دل آہستہ آہستہ مردہ ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ زندگی فطرت کے مطابق جینے سے برقرار رہتی ہے اور اس دل کی فطرت میں ہے کہ یہ اپنے پیدا کرنے والے کے ساتھ تعلق محسوس کرے، اس کی بادشاہت کو تسلیم کرے،

اس کی غلامی کرے۔ شیطان کی طرف سے ڈالا جانے والا وسوسہ بندے اور ربّ کا تعلق کاٹتا ہے۔ یہ تعلق جتنا کمزور پڑتا ہے دل اتنا ہی بیمار ہوتا چلا جاتا ہے۔ ربّ کے رشتے کا ٹوٹ جانا ہی دل کی موت ہے۔ یہ ٹوٹا رشتہ دراصل دل کی موت کی علامت ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کیا دل کی زندگی ممکن ہے؟ دل کے زندہ ہونے کے امکانات موجود ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

''ابنِ آدم کا دل جب ذکر سے خالی ہوتا ہے تو شیطان اس پر قبضہ کر لیتا ہے۔ جب وہ اللہ تعالیٰ کو یاد کر لیتا ہے تو دُبک کر بھاگ جاتا ہے''۔

تیسرا سوال یہ ہے دل کیسے زندہ ہوتا ہے؟ ربّ العزت نے فرمایا:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد:28)

''خبردار! اللہ تعالیٰ کی یاد میں ہی دلوں کا اطمینان ہے''۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ وَّصِقَالَةُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ (ابن ابی الدنیا)

ہر چیز کی کوئی نہ کوئی صفائی ستھرائی کرنے والی چیز ہے اور دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ تعالیٰ کی یاد ہے''۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یاد سے دل زندہ ہوتے ہیں۔ ذکر کی وجہ سے وسوسوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اہلِ علم کے اس بارے میں پانچ گروہ ہیں:

پہلے گروہ کا یہ خیال ہے کہ ذکر کرنے سے واقعی وسوسوں کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، cut off ہو جاتا ہے، شیطان اپنی حرکتیں ختم کر دیتا ہے یعنی شیطان کو موقع نہیں ملتا کیونکہ قرآنِ حکیم میں بھی یہی بات آتی ہے کہ انسان جب اس وسوسہ ڈالنے والے کے شر سے جو وسوسہ ڈالتا ہے اور چھپ جاتا ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ نے پناہ مانگنے کا حکم دیا ربّ کی پناہ

مانگتا ہے تو ربّ پناہ دیتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَاِذَا ذَکَرَ اللہَ خَنَسَ (ابن عدی، ابن ابی الدنیا)

”جب انسان اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے تو شیطان چھپ جاتا ہے“۔

یہاں پر خنس کا لفظ استعمال ہوا:

خنس کا مطلب ہوتا ہے سکوت، خاموشی یعنی انسان جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو پھر ایک دفعہ سکوت طاری ہو جاتا ہے، یعنی activity ختم ہو جاتی ہے تو پہلا گروہ یہ کہتا ہے کہ شیطان کی activity ختم ہو جاتی ہے۔

دوسرے گروہ کی رائے یہ ہے کہ ذکر سے وسوسے تو ختم نہیں ہوتے لیکن ان کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے میں دل مصروف ہوتا ہے تو دل کے اندر وسوسہ قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے، ختم نہیں ہوتی۔ وسوسہ دل قبول کر لیتا ہے لیکن اس کا وہ اثر نہیں ہوتا جو اثر ذکر کے بغیر دل پر ہوتا ہے۔ اس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ جیسے ایک انسان اپنی سوچوں میں غرق ہو اور اردگرد بہت آوازیں ہوں، بہت کچھ کہا جا رہا ہو لیکن انسان اردگرد والوں کی باتیں سن نہیں رہا ہوتا کیونکہ وہ اپنی سوچوں میں غرق ہے، مصروف ہے۔ اس کی وجہ سے اردگرد والوں کا اسے پتہ نہیں چلتا کہ وہ اس سے کیا کہہ رہے ہیں؟ یا یہ کہ وہ آپس کی بات چیت کیا کر رہے ہیں؟ اسی طرح انسان جب اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول ہوتا ہے، پوری طرح سے concentrate کرتا ہے، عین اس موقع پر شیطان تو اپنی efforts جاری رکھتا ہے لیکن انسان ان efforts کا اثر قبول نہیں کرتا۔

اسی طرح سے تیسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ ذکر سے نہ وسوسہ ختم ہوتا ہے، نہ اس کا اثر زائل ہوتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ دل کے اندر وسوسہ بھی موجود ہے، اثر بھی موجود ہے، پھر

ذکر سے کیا فائدہ ہوتا ہے؟ شیطان کا غلبہ ختم ہوجاتا ہے یعنی وہ انسان کو کنٹرول نہیں کرسکتا لیکن اپنا کام جاری رکھتا ہے۔

دیکھئے گا: پہلا گروپ کہتا ہے کہ وسوسہ منقطع ہوجاتا ہے، دوسرا گروہ کہتا ہے کہ وسوسہ آتا ہے لیکن اثر نہیں کرتا، تیسرا گروہ کہتا ہے کہ وسوسے بھی آتے ہیں لیکن ذکر کے جاری ہونے سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ شیطان کا غلبہ ختم ہوجاتا ہے، وہ انسان کو handle نہیں کر سکتا لیکن وسوسے کا اثر بھی ہوتا ہے یعنی جو باتیں وہ دل کے اندر ڈالتا ہے وہ دل کے اندر رہتی بھی ہیں گو کہ اس طرح سے اثر انداز نہیں ہوتی بہرحال اس کا کچھ نہ کچھ اثر ہوتا ہے اگرچہ غالب نہیں ہوتا۔ جیسے ایک چیز ہوتی ہے جو چھا جاتی ہے، جیسے ایک چیز پورے طریقے سے اپنے کنٹرول میں لے لے تو انسان پھر دائیں بائیں نہیں ہوسکتا، جیسے بادل آجائیں تو آپ کے پاس power ہے کہ بادلوں کو ہٹا دیں اور سورج کی روشنی ہوجائے؟ ایسا نہیں ہو سکتا لیکن سورج نکلتا ہے تو بادل چھٹ جاتے ہیں۔ ذکر کا بس یہی کام ہے کہ وہ جب ہونا شروع ہوتا ہے تو بادلوں کی طرح جو وسوسے دل پر چھائے ہوئے ہوتے ہیں وہ چھٹ جاتے ہیں لیکن بہرحال بادلوں کے جو اثرات ہیں وہ برقرار رہتے ہیں یعنی جہاں جہاں بھی بارش ہوئی ہوتی ہے یا بادلوں کی وجہ سے موسم تھوڑا Cool ہوجاتا ہے تو وہ اثرات بہرحال موجود رہتے ہیں۔ اگر زیادہ دیر تک ذکر ہو تو وہ اثرات Minimize ہوجاتے ہیں یعنی غلبہ ختم ہوجاتا ہے۔

چوتھے گروہ کا یہ خیال ہے کہ ذکر سے وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور وسوسے سے ذکر کا اثر معدوم ہوجاتا ہے۔ یہ دو عجیب باتیں ہیں۔ وسوسہ ختم تو ہوجاتا ہے لیکن ذکر کی بھی وہ صورت باقی نہیں رہتی، یعنی ذکر میں وہ لطف، وہ تاثیر، وہ اثر بھی باقی نہیں رہتا، ذکر کی وہ کیفیت باقی نہیں رہتی۔ کبھی آپ کے ساتھ ایسا ہوا کہ آپ نے ذکر کرنا شروع کیا ہو اور بیچ میں ہی بھول

گئے ہوں کہ آپ کیا ذکر کر رہے تھے؟ ایسا ہوتا ہے ناں! تو یہ وسوسے کے اثر سے ہے، شیطانی وساوس کے اثر سے ہے کہ انسان ایک طرف ذکر کر رہا ہوتا ہے اور دوسری طرف وسوسے آ رہے ہوتے ہیں۔ وسوسے کی وجہ سے آہستہ آہستہ ذکر کرنے سے ہی انسان رک جاتا ہے۔

یہ چوتھے گروپ کا خیال ہے کہ وسوسہ کس کس صورت میں اثر انداز ہوتا ہے؟

پانچویں گروہ کا یہ خیال ہے کہ وسوسہ اور ذکر دونوں کبھی نہیں ختم ہوتے، دونوں ہی موجود رہتے ہیں، دونوں کا عمل اپنی اپنی جگہ جاری رہتا ہے۔ جس طرح انسان اپنی آنکھ سے ایک وقت میں کئی چیزیں دیکھ لیتا ہے اسی طرح ایک وقت میں دل میں وسوسے بھی رہتے ہیں اور ذکر کا بھی اثر ہوتا رہتا ہے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”ہر بندے کی چار آنکھیں ہوتی ہیں: دو سر میں جن سے وہ اپنے دنیاوی معاملات کو دیکھتا ہے اور دو دل میں جن سے وہ اپنے دینی اُمور کا مشاہدہ کرتا ہے یعنی محاسبہ کرتا ہے“۔ (ابو منصور دیلمی)

دراصل یہ بصیرت کی آنکھیں ہیں، اندر کی روشنی ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے دینی حالات کا یا اللہ تعالیٰ سے تعلق کا اندازہ لگاتا رہتا ہے، یا اپنے نفس کی خرابیاں یا اپنے اندر کی خرابیاں دیکھتا رہتا ہے۔

یوں ہمیں پتہ چلتا ہے کہ وسوسہ محض ایک خیال نہیں ہے۔ وسوسہ پورا عمل بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور وسوسے سے انسان کی زندگی کے اندر تبدیلی آسکتی ہے۔ وسوسہ اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ وسوسے سے وقتی طور پر کسی حد تک انسان بچ جاتا ہے، مکمل طور پر وسوسے سے ذکر بھی بچا نہیں پاتا کیونکہ ذکر کی وجہ سے انسان کچھ نہ کچھ اپنے حالات میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتری کر لیتا ہے لیکن اگر انسان کا شعور alert نہ ہو، اگر ایک انسان پوری طرح اپنے پیچھے نہ ہو تو وسوسے بڑھ جاتے ہیں اور ذکر آہستہ آہستہ ختم ہو جاتا ہے۔

آپ دیکھیں، دو چیزیں ہماری آنکھوں کے سامنے بھی یکساں طور پرنہیں رہتیں، دو آوازیں ہم یکساں طور پر ایک اعتبار سے سن نہیں سکتے۔ اسی طرح دو چیزیں جو اثر انداز ہو رہی ہیں وہ دل کے اندر یکساں طور پرنہیں رہتیں، کبھی ایک کا اثر بڑھ جاتا ہے کبھی دوسری کا، کبھی ایک کی intensity بڑھتی ہے کبھی دوسرے کی، کبھی ایک کی شدت میں اضافہ ہوتا ہے کبھی دوسرے کی تو اگر وسوسے کو کنٹرول کرنے کی کوششیں نہ کی جائیں تو ذکر کا اثر بھی gradually ختم ہو جاتا ہے اور اگر ذکر کے اندر شدت آجائے تو آہستہ آہستہ وسوسے کم ہو جاتے ہیں، ان کا اثر کم ہو جاتا ہے۔

اس طرح ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ہر عملِ شر کا آغاز جس وسوسے سے ہوتا ہے وہ وسوسہ انسان کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے، انسان کو برائی کرنے پہ آمادہ کرتا ہے۔ انسان کا پورا life style ایک وسوسہ تبدیل کر کے رکھ سکتا ہے، ایک وسوسہ، ایک خیال۔ اس لیے وسوسے کے معاملے کو سمجھنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ وسوسہ کہتے کسے ہیں؟ Repeatedly آنے والے خیال کو۔ برا خیال وسوسہ ہے اور نیکی کا جو خیال ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو رغبت ہے، اللہ تعالیٰ سے جو تعلق ہے، یہ الہام ہے۔ دل کے اوپر القاء ہونے والا خیال۔ یعنی خیال یا تو رحمان کی جانب سے ہے یا شیطان کی جانب سے ہے۔ رحمان کی جانب سے ہو تو انسان نیکیوں کی طرف بھاگتا ہے اور شیطان کی جانب سے ہو تو انسان کے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جاتی ہے۔ وسوسہ تو بیڑی کی طرح ہے کہ انسان کے پاؤں بھاری ہو جاتے ہیں، انسان آگے بڑھ نہیں سکتا، وہ اگر پیچھے نہ بھی جانا چاہے تو نیکی کے کام سے رک ضرور جاتا ہے۔ وسوسہ انسان کو ربّ کے تعلق سے روکتا ہے، نیکی کرنے سے روکتا ہے۔ وسوسہ انسان کے لیے زہرِ قاتل ہے۔ وسوسہ انسان کے اندر کی نیکیوں کو، اُس کے اندر کے خیر کو delete کرنے کے لیے سب سے اہم role

play کرتا ہے۔ لہٰذا ہم وسوسے کی اقسام دیکھیں گے اور اس کے اثرات بھی اسی اعتبار سے دیکھیں گے، پھر ہم کیا کریں؟ اسی حوالے سے اس کا بھی جائزہ لیں گے انشاءاللہ۔

پہلی چیز ہم نے دیکھی وسوسہ۔ دوسری چیز ہے وسوسہ کی اقسام:

1۔ تلبیسِ حق:

تلبیس کسے کہتے ہیں؟ آپ ایک لفظ استعمال کرتے ہیں لباس۔ لباس کسے کہتے ہیں؟ جو جسم کو cover کرلے۔ باقی جو چیز بھی کور ہوتی ہے مثلاً ٹیبل کے اوپر بھی کور ہے لیکن ہم اس کو لباس نہیں کہیں گے، table cover کہیں گے تو اپنے لیے جو کپڑا ہم استعمال کرتے ہیں، اپنے بدن، اپنے ستر کو ڈھانپنے کے لیے، اسے لباس کہتے ہیں۔ لباس سے کیا چیز چھپتی ہے؟ ہمارا ستر، ہمارا جسم چھپ جاتا ہے تو لباس ہی سے ایک اور لفظ بنتا ہے تلبیس۔ تلبیس کہتے ہیں چھپانے کو۔

جس طرح کا لباس ہوتا ہے انسان کی ہیئت اسی طرح کی نظر آتی ہے، انسان کا impression بھی ویسا ہی ہوتا ہے۔ مثلاً آپ نے اچھا لباس پہنا، اچھا کلر، اچھی ڈیزائننگ، تو ہیں تو آپ ہی لیکن اچھے زیادہ لگیں گے۔ اسی طرح اگر آپ نے لباس ایسا پہنا ہے جس کا رنگ خراب ہو چکا ہے اور جو پہنا ہوا برا لگ رہا ہے، تو ہیں تو وہی آپ ہی لیکن آپ دیکھنے میں اچھے دکھائی نہیں دیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے لباس کی وجہ سے آپ کا ایک تاثر بنتا ہے تو جیسا لباس پہنا دیں ویسا تاثر مرتب ہوتا ہے۔ اسی طرح شیطان ایک کام کرتا ہے۔

حق اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ حق Reality کو کہتے ہیں، Truth کو، سچائی کو۔ اللہ تعالیٰ کا کلام سچائی ہے، اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا نظام سچائی پر مشتمل ہے۔ جس وقت شیطان حق کے اوپر وسوسے کا لباس چڑھاتا ہے تو حق کو چھپا دیتا ہے۔ ہمارا ذہن کسی صحیح چیز کو صحیح دیکھنے کی

بجائے اُلٹے رخ سے دیکھنا شروع کر دیتا ہے کیونکہ حق چھپ گیا، ہمارے سامنے نہیں ہے۔ چھپایا کس چیز نے؟ کیسی عجیب بات ہے! حق کو ہم اپنے شعور سے feel کر سکتے ہیں اور شعور کے اوپر شیطان وسوسے کا پردہ ڈالتا ہے یعنی ہمارے ذہنی سانچے کو وہ ٹیڑھا کر دیتا ہے، ہمارے دیکھنے کے رخ کو وہ ٹیڑھا کرتا ہے۔ پھر ہمیں حق غلط اعتبار سے، غلط طریقے سے نظر آتا ہے، ہماری اس کے بارے میں رائے غلط ہو جاتی ہے، opinion change ہو جاتی ہے۔ تلبیسِ حق سے مراد یہ ہے کہ شیطان حق کے بارے میں ایسا وسوسہ ڈال دے کہ حق مشتبہ ہو جائے۔ پتہ نہ چلے کہ صحیح کیا ہے اور غلط کیا ہے؟ آپ اکثر افراد کو یہ کہتے ہوئے سنتے ہوں گے کہ ہمیں تو پتہ ہی نہیں لگتا کہ کون سچ کہتا ہے اور کون غلط کہتا ہے؟ اور پتہ نہیں کون سا کام کرنا چاہیے اور کون سا نہیں کرنا چاہیے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ problem میں ہیں، حق چھپ گیا، حق سامنے نہیں ہے، اس کے بارے میں رائے بھی بدل گئی۔ آپ کوئی مثال دیں گے کہ آج کی سوسائٹی [society] میں شیطان نے کس طرح نیکی کے کاموں کو نیکی نہیں رہنے دیا یعنی اس کے بارے میں ہماری رائے، ہمارے views change کر دیئے۔

طالبہ: جو نیکی کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال دیا جائے تو شیطان اس طرح سے روک دیتا ہے کہ جن لوگوں کو دیں گے وہ صحیح استعمال نہیں کریں گے۔

استاذہ: جی درست ہے۔

طالبہ: شیطان یہ سکھاتا ہے کہ حج پہ پردہ نہیں کیا جاتا تو آپ پردہ کیوں کرتی ہیں؟ حالانکہ قرآن سے پردہ ثابت ہے۔ اب ایک حق بات ہے لیکن اس کو جھوٹ کا لبادہ پہنا دیا جاتا ہے۔

استاذہ: اسی سے میں تھوڑا سا اور واضح کرنا چاہوں گی۔ مثال کے طور پر کون سا ایسا مسلم ہے جس کو یہ نہ پتہ ہو کہ مسلمان بچی کو یا خاتون کو اپنا وجود اور اپنا چہرہ cover up کرنا چاہیے؟ لیکن آپ دیکھیے کہ جتنے پردے کے بارے میں Misconceptions ہیں، جتنی غلط فہمیاں ہیں، حجاب کے بارے میں کوئی اچھا تاثر رہنے ہی نہیں دیا گیا؟ یا آپ دیکھ لیں کوئی حجاب کر لے تو اس کے بارے میں کوئی اچھا تاثر ذہنوں میں رہنے دیا گیا ہو؟ یہ کیا ہے؟ تلبیسِ حق ہے، حق کو چھپانا اور حق کے بارے میں شبہ ڈالنا اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ اُس دور کے لوگوں کا کام تھا، مخصوص لوگوں کے لیے پردے کے احکامات آئے تھے۔ اب تو ٹی وی پہ بھی مختلف چینلز سے یہ programmes آرہے ہیں کہ پردہ تو فرض ہی نہیں ہے، یہ تو بنیادی طور پر کچھ حالات میں کچھ مخصوص لوگوں کے لیے تھا، اب تو اس کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

طالبہ: یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شرم وحیا تو آنکھوں میں ہوتی ہے تو پردہ کرنا کوئی ضروری چیز تھوڑی ہے؟

استاذہ: جی، تلبیس کے ways ہیں کہ کسی کو وہ ابلیس کچھ کہتا ہے اور کسی کو کچھ لیکن over all اگر دیکھیں تو ان سارے وسوسوں کا ایک ہی result ہے کہ پردہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے، کرنا ضروری ہے لیکن اب وہ ہماری ضرورت نہیں رہ گیا۔ یعنی اگر دیکھا جائے تو مسلم سوسائٹی اسے اپنی ضرورت محسوس نہیں کرتی تو یہ تلبیسِ حق ہے۔ شیطان کی جانب سے اسی طرح ایک ایک حکم کو چھپایا جاتا ہے، غلط ثابت کیا جاتا ہے اور انسانوں کا ذہنی سانچہ بگاڑ کر رکھا جاتا ہے۔

طالبہ: میں نے ٹی وی پر ایک پروگرام دیکھا تھا اس میں انہوں نے ایک قاری صاحب کو بٹھایا

ہوا تھا جو اسلام کے اُصولوں کے بارے میں بتا رہے تھے۔ اس وقت اسٹیج پر بات ہو رہی تھی ڈانس اور میوزک کے بارے میں تو انہوں نے کہا کہ اسلام میں ایسا کچھ منع نہیں ہے یعنی کہ آپ ڈانس کر سکتے ہیں، موسیقی بھی سن سکتے ہیں۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ آپ ڈانس کر سکتے ہیں صرف اچھل کود کر ڈانس نہ کریں، اشاروں سے ڈانس کریں۔ یعنی انہوں نے چھپا ہی دیا، واضح نہیں کیا کہ قرآنِ حکیم music اور بے ہودہ ڈانس کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ اس کے بعد میں نے اپنے father سے discussion کی انہوں نے کہا کہ یہ تو صرف فریب دے رہے ہیں، دھوکہ دے رہے ہیں۔

استاذہ: آپ دیکھیں کہ شیاطین بظاہر علماء کے روپ میں بھی آتے ہیں یعنی تلبیس کے لیے کسی کو بھی اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔

طالبہ: خواتین کے حوالے سے اکثر یہ بات ہوتی ہے کہ آپ جب بھی انہیں invite کریں تو یہ جواب ملتا ہے اور خواتین کے حوالے سے یہ حدیث quote کی جاتی ہے کہ ایک عورت پانچ وقت کی نماز پڑھے، روزے رکھے اور گھر کی دیکھ بھال کرے، بس جنت میں داخل ہو جائے گی۔

استاذہ: پھر تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی زندگی پر بہت فتوے لگنے چاہئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی زندگی پر کہ ہر غزوے میں ساتھ جاتی تھیں۔ خواتین تو ہر جگہ پر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی ہیں۔

طالبہ: اصل میں جس کے ساتھ دوستی ہو اس کا اثر زیادہ رہتا ہے اور لگتا ہے کہ ہماری شیطان سے دوستی زیادہ ہے اور وہ ہماری سوچ اور ہماری نظر کے angle کو تبدیل کرتا

ہے۔ اگر ہم بازار کی طرف جاتے ہیں تو بیس لاکھ بھی لے کر جائیں، واپس آ کر کہتے ہیں کہ کچھ نہیں ملا، کچھ بنا ہی نہیں ہے اس میں۔ اگر کسی مدرسے اور مسجد کی طرف جائیں، donate کریں، اللہ کے کاموں میں جیسے ضرورت ہے اس وقت تو کہیں گے کہ اتنا زیادہ دیا ہے۔ ایک لاکھ بھی بہت بڑی بات سمجھتے ہیں۔ یہ شیطان کی ایسی چالیں ہیں جو ہمیں تھوڑے کو زیادہ اور زیادہ کو تھوڑا دِکھاتا ہے۔

استاذہ: جی۔

طالبہ: یہ جو ایک عرصے سے عورت کے حوالے سے women liberation کا فتنہ اٹھا ہوا ہے اور اتنا زیادہ عورت کے ذہن کو خراب کیا گیا کہ مردوں کے برابر پہ نکلو کہ اس کے بغیر گھر نہیں چل سکتا اور آج عورت نکل رہی ہے اور بڑے دھڑلے سے نکلتی ہے۔ دین کی تعلیم حاصل کرنے کی بات ہو تو گھر disturb ہو جاتا ہے لیکن job پہ اگر جانا ہو تو کوئی گھر بھی ڈسٹرب نہیں ہوتا۔

طالبہ: میں جب کسی کو قرآن پڑھنے کے لیے کہتی ہوں تو وہ کہتے ہیں کہ آپ لوگ پڑھتے ہیں اور اتنا عمل تو نہیں کرتے تو ہم تو اچھے ہیں کہ ہم پڑھتے ہی نہیں اس لیے کہ عمل ہی نہ کرنا پڑے۔ یہ بات اس وقت مجھے بہت دکھ دیتی ہے۔

طالبہ: سود کے بارے میں کہنا چاہوں گی کہ کس زبردست طریقے سے معاشرے میں اس حرام چیز کو common کیا جا رہا ہے اور کہا یہ جاتا ہیکہ حکومت جو چیز جائز کر دیتی ہے اس کی تو ہم سے پکڑ ہی نہیں ہوگی۔

استاذہ: اچھا ایک چیز آپ feel کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے الحمدللہ آپ کو کتنی صلاحیت دے رکھی ہے اور کتنا کچھ موجود ہے جسے سامنے لانے کی ضرورت ہے اور آپ نے اسے

چھپایا ہوا ہے۔ایک تلبیس آپ کی طرف سے بھی ہے اگرچہ اس کا way different ہے۔نادانی کی وجہ سے یا شعور نہ ہونے کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوتا رہا کہ آپ جو کر سکتے ہیں آپ نے وہ اب تک نہیں کیا، حق کا اظہار نہیں کیا تو حق چھپانے کے مجرم تو ہیں ہم۔جب تک حق کا اظہار نہیں کریں گے یہ کتمانِ حق ہے کہ ہم نے حق کو چھپایا ہے۔اتنا بڑا جرم ہے، یہی جرم بنی اسرائیل نے کیا تھا۔لہٰذا حق کا اظہار کرنا ہے انشاءاللہ تعالیٰ۔

طالبہ:حدود آرڈیننس کے بارے میں حکومت نے جو تبدیلی کر دی یہ بھی تلبیسِ حق کی ہی ایک صورت ہے۔

استاذہ:جی بالکل۔

طالبہ:ہمارے گھر میں یہ موضوع بہت چھڑا ہوا ہے کہ جس طرح سے تم گھروں میں جا کر لوگوں کو تبلیغ کرتی ہو تو کیا رسول پاک ﷺ کی ازواج نے ایسا کیا ہے؟ اگر کیا ہے تو تم بھی ایسا کرلو۔

استاذہ:قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ م يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (التوبہ:71)

”مومن مرد اور مومن عورتیں، ان میں سے بعض بعض کے دوست ہیں۔وہ سب مل کر نیکی کا حکم دیتے ہیں اور سب مل کر برائی سے روکتے ہیں“۔

یہ ذمہ داری صرف مردوں کی نہیں خواتین کی بھی ہے۔رسول اللہ ﷺ کے دور میں جو ذمہ داری مردوں نے اٹھائی تھی اس میں خواتین کے عمل دخل کی بہت زیادہ

ضرورت نہیں رہ گئی تھی کیونکہ یہ معاشرے کا سب سے بڑا کام بن گیا تھا اور ہر مرد active تھا۔ اس معاشرے کا ہر مرد اپنے گھر کا بھی ذمہ دار تھا، دعوت دینے کا بھی ذمہ دار تھا۔ لہٰذا یہ اضطراری (مجبوری والی) صورتحال تب نہیں تھی لیکن اگر مرد جہاد کے لیے جاتے تھے تو خواتین کو محروم نہیں رکھا جاتا تھا۔ اگر مرد رسول اللہ ﷺ سے تعلیم حاصل کرتے تھے تو خواتین کو محروم نہیں رکھا جاتا تھا۔ اُمِ سُلیم نے جب رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لیے ایک الگ دن مقرر فرما دیں کہ آپ مردوں کو وقت دیتے ہیں اور ہمارے لیے وقت نہیں تو آپ ﷺ نے ان کے لیے ایک الگ وقت مقرر فرما دیا تھا۔

اسی طرح اس وقت چونکہ رسول اللہ ﷺ موجود تھے، آپ ﷺ کی موجودگی میں باقی افراد بھی آپ ﷺ کی اجازت سے کام کرتے تھے اور جس طرح ممکن ہوتا تھا۔ لوگوں کو mostly مرکز میں pool کیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ دعوت دیتے تھے پہلے ایک ایک جگہ پہنچ کے، پھر اس کے بعد لوگ مرکز میں پہنچتے تھے، deligations آتے تھے، لوگوں نے جہاں جا کے کام کیا ہوتا تھا وہاں سے لوگوں کو مدینہ میں pool کیا جاتا تھا۔ لوگ رسول اللہ ﷺ سے آ کر سیکھتے تھے۔ اس situations میں خواتین کی خدمات کی اس طرح ضرورت نہیں تھی لیکن جب آپ ﷺ کا وصال ہوا، اس کے بعد زندگی کے 48 سال حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا دین کی دعوت و تبلیغ کام، تعلیم کا کام کرتی رہیں صرف خواتین کے دائرے کے اندر نہیں، مردوں کے دائرے کے اندر۔ مرد بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچتے تھے۔ حج کے دوران حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچنے والوں اور اُن سے سیکھنے والوں کی تعداد لاکھوں تک جا پہنچتی تھی۔ یعنی اس وقت جو لوگ سیکھنا چاہتے تھے، مختلف ممالک اور

مختلف جگہوں سے آتے تھے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سیکھتے تھے۔ یوں اگر دیکھا جائے تو علمی activity کو ہم رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کے گھرانے میں خواتین کے اندر دیکھتے ہیں۔ خواتین نے نصف صدی تک اس کو زندہ رکھا یعنی جب تک اُن کی حیات تھی وہ یہ کام انجام دیتی رہیں۔ مرد اگر آج بھی اپنا کام سنبھال لیں تو خواتین نہیں نکلیں گی۔ گھر کے مرد اُٹھیں، سب لوگ یہ کام کریں تو انشاءاللہ تعالیٰ ہم میں سے کوئی باہر نہیں ہوگا۔ تعلیم ضرور دیں گے، خواتین کے حلقے میں کام بھی کریں گے لیکن پھر یہ کام جب مرد سنبھال لیں گے تو ہمارے سنبھالنے کی ضرورت نہیں رہے گی انشاءاللہ۔

آج کے دور کا سب سے بڑا فتنہ یہی تلبیسِ حق ہے یعنی حق کو چھپا کے باطل کو، ناحق کو حق بنا کے پیش کیا جاتا ہے کہ یہی اسلام ہے، کبھی روشن خیالی کے نام پہ، کبھی modernism کے نام پہ، جس بھی نام پہ ہو بہرحال ہے سارا شیطانی پروگرام، ابلیسی ایجنڈا ہے۔ اس کا آلۂ کار کوئی مرد بن جائے یا کوئی عورت بن جائے، کوئی سربراہ بن جائے یا عام افراد بن جائیں، ہے طریقۂ کار ایک ہی۔

تلبیسِ حق کی مثال دینا چاہوں گی۔ مثال کے طور پر شیطان یہ کہتا ہے کہ دیکھو! آخرِ کار کون کون سی خواہشات چھوڑی جاسکتی ہیں؟ تم دنیا سے cut off ہو کے کیسے رہ سکتے ہو؟ اتنی طویل عمر پڑی ہے، اتنی طویل عمر میں سب کچھ تو تم سے چھوٹ جائے گا، اکیلے رہ جاؤ گے، پھر کیا کرو گے؟ دل گھبرائے گا، دم گھٹے گا، واپسی کتنی مشکل ہو جائے گی! اتنا کچھ کرنا تمہارے بس میں نہیں ہے لہٰذا یہ جو خواہشات کا راستہ ہے یا جو کام آپ کرنا چاہ رہے ہو اس کے لیے بھی کوئی گنجائش نکلتی ہے، کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہے۔ یعنی حق کے راستے سے روکنے کے لیے وہ انسان کو ایسی گھبراہٹ میں مبتلا کر دیتا ہے کہ انسان کو لگتا ہے کہ دم ہی نکل جائے

گا اگر یہ کام کر لیا، ایسا لگتا ہے کہ روح پرواز کر جائے گی اگر یہ عمل کر لیا۔ ایسا لگتا ہے جیسے زندہ رہنا ناممکن ہو جائے گا۔ حق کو وہ اس طرح چھپاتا ہے۔ شیطان انسان کو یہی convince کرتا ہے کہ لمبے عرصے تک خواہشات کو قابو میں رکھنا ممکن نہیں، کیسے صبر ہو گا؟ لہٰذا جو کام آپ کر ہی نہیں سکتے اس کا راستہ ہی نہ پکڑو، چھوڑو۔ بجائے اس کے کہ ایک انسان پہلے آغاز کرلے، پھر نہ کر سکے، ایک ہی رویہ ٹھیک ہے اس لیے easy line کو اختیار کیے رکھو۔

جیسے یہ ایک وسوسہ ہے کہ اتنے لمبے عرصے تک کیسے خواہشات کو قابو میں رکھا جا سکتا ہے؟ تو انسان اپنے آپ کو کیسے ہینڈل کرے؟ اس موقع پر Reasoning کی ضرورت ہے کہ گو یہ زندگی بہت طویل ہے لیکن آخرت کے مقابلے میں بہت مختصر ہے۔ وہ زندگی شروع ہو گی تو کبھی ختم ہی نہیں ہو گی اور اس زندگی میں جو کچھ ہمیں ملنے والا ہے اِس زندگی کے عمل کے نتیجے کے طور پر، تو اگر میں نے آج اپنے آپ کو قابو میں نہ رکھا تو کل اللہ تعالیٰ کے فرشتے مجھے عذابِ جہنم میں مبتلا کر دیں گے، پھر مجھے کوئی بچانے والا نہیں ہو گا لہٰذا ان خواہشات کو پورا کرنے کا فائدہ نہیں، اتنا بڑا نقصان سامنے آئے گا، اس نقصان کو میں کیسے برداشت کر سکتی ہوں؟ وہ مالک ہی مجھ پر نظرِ کرم نہیں کرے گا تو میرے پاس اس کے سوا راستہ ہی کیا ہے کہ میں اپنی خواہشات کو کنٹرول کروں؟ کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے، تو یہ ایک way ہے، ایک طریقہ ہے جس سے ایک انسان اپنے آپ کو ہینڈل کر سکتا ہے۔

اسی طرح ایک انسان اپنے آپ کو یہ کہہ سکتا ہے کہ دیکھئے خواہشات کو کنٹرول کرنا اگر چہ مشکل کام ہے، دنیا کی لذتوں کو چھوڑنا اگر چہ مشکل کام ہے لیکن دنیا کی لذتیں اگر ہمیشہ کے عذاب میں، عذابِ الیم میں، مستقل عذاب میں مبتلا کروا دیں تو پھر ایسی لذت کا کیا فائدہ؟ اس لذت میں ابھی وقتی طور پر تو مجھے فائدہ محسوس ہو رہا ہے لیکن تھوڑی دیر کے بعد مجھے یہ فائدہ بھی فائدہ نہیں لگے گا تو ایسا کام کرنے کا کیا فائدہ جس کا انجام ہی اچھا نہ ہو،

جس کا مجھے اتنا بڑا نقصان اُٹھانا پڑے؟ یہ Reasoning کے طریقے ہیں کہ کیسے انسان اپنے آپ کو منا سکتا ہے؟

ایک انسان اپنے ساتھ جب Reasoning کرتا ہے تو اسے بہر حال دنیا یا آخرت میں سے فیصلہ تو کرنا ہی ہوتا ہے اور انسان بہر حال اپنے شعور سے اور وحی کی روشنی سے کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے، کہیں ابلیس کا جال ٹوٹ جاتا ہے۔ وحی کی روشنی انسان کو بہت زیادہ قوت دیتی ہے، اُسے پتہ چل جاتا ہے کہ ٹھیک ہے اب کی جو تکلیف ہے، تھوڑے عرصے صبر کرنے کی مشقت ہے اور آگے ہمیشہ ہمیشہ کا آرام ہے لیکن اب اگر صبر نہ کیا، اپنے آپ کو روک کر نہ رکھا تو ہمیشہ کی تکلیف ہے۔ اگر دیکھا جائے تو یہ تھوڑی سی زندگی کی تکلیف اُس ہمیشہ کی تکلیف کے مقابلے میں بہت چھوٹی ہے تو انسانیت کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان بڑے فائدے کو دیکھے اور چھوٹے سے نقصان کو برداشت کر لے۔ اس نقصان کے بعد ہمیشہ کے لیے ہر طرح کی سہولت ملنے والی ہے، ہر طرح کی خوشی ملنے والی ہے اور اپنے آپ سے یہ کہنا چاہیے کہ دوزخ کی آگ پر کیسے صبر کرلوں؟ اس لیے دنیا میں ہی صبر کرنا ہے، خواہشات پہ صبر کرنا ہی میرے لیے آسان ہے۔

اسی طرح شیطان انسان کے دل میں یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ دیکھو! جتنا علم آپ کے پاس ہے اتنا کسی کے پاس نہیں ہے، جو فہم اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا وہ کسی کے پاس نہیں ہے، جیسی عبادت آپ کرتے ہیں ویسی عبادت کوئی نہیں کرتا، جیسی ربّ کی پہچان آپ کو ہے ویسی پہچان کسی کو نہیں، جیسی دُعا آپ مانگتے ہیں ویسی دُعا کوئی مانگ نہیں سکتا، جتنی نیکی آپ کے اندر ہے اتنی نیکی کسی اور کے اندر نہیں، آپ سب سے آگے ہیں، آپ سب سے بڑھ گئے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ یہ تلبیسِ حق کس انداز میں ہے؟ کہ اصل میں تو انسان وہ کچھ نہیں ہے، شیطان اسے باور کرواتا ہے کہ تم یہ کچھ ہو۔ نتیجہ کیا نکلتا ہے؟ انسان اپنے آپ کو

دوسروں سے بڑا سمجھنا شروع کردیتا ہے اور اپنی چھوٹی چھوٹی نیکیوں پر مطمئن ہوجاتا ہے اور آہستہ آہستہ اپنی غلطیوں پر بھی اپنے آپ کو مطمئن کرلیتا ہے کہ کوئی بات نہیں، جہاں انسان اتنی نیکیاں کرنے والا ہو وہاں اللہ تعالٰی معاف کردے گا اور یوں انسان گرتا چلا جاتا ہے۔

شیطان انسان کو اس کی نظروں میں بڑا بنا کر دکھاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسان کے اندر سے عاجزی ختم ہوتی ہے، خشیت اس کے اندر نہیں رہتی، عبادت اس کی اچھی نہیں رہتی، کبر اس کے اندر آتا ہے، لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ خراب ہوجاتا ہے، خُلق اس کا خراب ہو جاتا ہے اور وہ لوگوں کے مقابلے میں اپنے آپ کو بڑی چیز سمجھتا ہے، زیادہ Protocol کا خواہش مند ہوجاتا ہے، بس یوں سمجھ لیں کہ انسان پوری طرح سے بگڑ جاتا ہے، اس کے اندر سے انسانیت ختم ہوجاتی ہے۔ اس لحاظ سے اگر آپ دیکھیں تو اللہ کے رسول ﷺ نے کتنی پیاری دعائیں سکھائی ہیں مثلاً یہ دُعا:

''اے اللہ! مجھے میری نظر میں چھوٹا کردینا اور دوسروں کی نظروں میں مجھے بڑا بنادینا''۔

میں اپنی نظر میں خود بڑا نہ ہوجاؤں کیونکہ یہ بہت بڑی تباہی ہے۔ یہ بہت بڑی تلبیس ہے، یہ بہت بڑا وار ہے شیطان کا کہ انسان اپنے آپ کو خود بڑا سمجھنا شروع کردے۔ یوں انسان خود پسند بن جاتا ہے، خود پرست بن جاتا ہے اور خدا پرستی ختم ہوجاتی ہے۔ ربّ العزت اپنے پاک کلام میں فرماتے ہیں:

اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ (الفاطر:8)

''بھلا کیا ٹھکانہ ہے اس شخص کی گمراہی کا جس کے لیے اس کا برا عمل خوش نما بنا دیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھ رہا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالٰی جسے چاہتا ہے

گمراہی میں ڈال دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے راہِ راست دِکھا دیتا ہے"۔

پتہ چلتا ہے کہ شیطان کا بڑا وار ہے کہ برائی کو بھلائی بنا کر دِکھانا اور پھر اگر دیکھا جائے تو خود پرستی، خود پسندی کتنی بڑی بیماری ہے، کتنی بڑی برائی ہے اور شیطان انسان کو اس میں مبتلا کر دیتا ہے۔

وسوسوں کی دوسری قسم ہے تحریکِ شہوت، خواہشات کو مہمیز لگانا، انسان کو Motivate کرنا کہ وہ اپنی خواہشات پوری کرے۔ اس کی دو اقسام ہیں:

1۔ انسان کو کسی خواہش کا پورا علم ہو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام ہے، یہ کام کرنا درست نہیں ہے۔

2۔ انسان گمانِ غالب کی بنیاد پر یہ جانتا ہو کہ یہ کام ٹھیک نہیں ہے۔ گمانِ غالب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو پوری طرح سے علم نہ بھی ہو لیکن اس کے اندر یہ خیال یا یہ گمان پوری طرح سے رچ بس چکا ہو کہ نہیں یہ کام ٹھیک نہیں، یہ کام درست نہیں ہے۔

دونوں معاملات میں شیطان کا کام یا اس کی activity مختلف ہوتی ہے۔ مثلاً جس کے پاس یقینی علم ہے، اس کو یقین ہے کہ کام اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا ہے۔ اس شخص کے لیے بھی شیطان باز نہیں آتا، اس کو بھی motivate کرتا ہے کہ کر لو، کوئی بات نہیں، کوئی فرق نہیں پڑتا، کتنے ہی لوگ ہیں جو مثلاً حجاب کرتے رہتے ہیں، عین شادی کے دن سے پکڑ لے گا کہ دیکھو! اب تو سسرال والوں کا معاملہ ہے، آپ کی زندگی کا سوال ہے، آپ کے سسرال والے آپ کے بارے میں کیا سوچیں گے؟ ایک آج تھوڑی دیر کے لیے movie بنوانی ہے، تھوڑی دیر ہی کی تو بات ہے، بعد میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں گے اور میں نے دیکھا ہے کہ بہت سے نیک لوگوں کو بھی شیطان ایسے موڑ پر پکڑ لیتا ہے۔ اب آپ دیکھئے کہ یہ کیا ہے؟ پہلے بھی خواہش کو وہ تحریک دیتا رہا، motivate کرتا رہا لیکن انسان motivate نہیں

ہوا، کسی نازک موڑ پہ لا کے اسے اس برائی میں مبتلا کروادیا۔ اب ہوتا پتہ ہے کیا ہے؟ جیسے انسان کی movie بنی photo session ہوئے پھر سب نے مشترکہ طور پر دیکھا۔ اب سارے لوگ کہتے ہیں کہ دیکھو! اب پردہ کرنے کا کیا فائدہ؟ تم نے پردہ کیا جب تک کیا، اب سب لوگوں نے تمہیں دیکھ لیا، اب تو ظاہر ہے کہ منہ ڈھانپنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ پھر یہ کہ شادی کے نئے نئے دن ہیں، اب اگر گاؤن اسکارف پہنا باہر جاتے ہوئے تو ظاہر ہے کہ آپ کا شوہر تو آپ کی طرف مائل نہیں ہوگا، اب جتنے بھی اچھے کپڑے پہن لو اس کی نظر تو دوسروں کی طرف جائے گی لہٰذا آپ تو اپنے شوہر ہی کے لیے بنو سنورو گی، چلیں آپ نے سر ڈھانپنا ہے تو ڈھانپ لیں، گاڑی میں بیٹھتے ہوئے گاؤن پہننے کی کیا ضرورت ہے؟ پہلے گاڑی میں اُترتا ہے، پھر گاڑی سے اترتے ہوئے بھی گاؤن نہیں ہوتا، پھر آہستہ آہستہ آپ دیکھیں کہ کیسے change آجاتی ہے!

یہ Motivate کرنے کا انداز ہے۔ میں نے ایک مثال آپ کے سامنے رکھی ہے کہ نازک موڑ پر شیطان اس طرح کے کام کروالیتا ہے۔ یہ یقینی علم رکھنے والوں کے ساتھ کرنے والا معاملہ ہے کہ ان کو علم ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام ہے لیکن ان سے بھی نافرمانی کا یہ کام کروالیتا ہے۔ جیسے آپ دیکھیے کہ کوئی musical evening ہے تو اب روٹین میں ایک یقین رکھنے والا کہے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا کام ہے، ایسا کام نہیں کرنا۔ کسی کا شوہر اسے روزانہ force کرتا ہے کہ تم میرا ساتھ نہیں دیتی ہو تو ہمارا تعلق کیسے نبھ سکتا ہے؟ تم میرے ساتھ نہیں جاتی ہو۔ باہر کسی موڑ پر کسی کا Husband کہہ دیتا ہے کہ آج چلی چلو پھر نہ جانا۔ اب دیکھیں ایک خاتون کہتی ہے کہ چلو یہ کام تو ختم ہو روز روز کی ناراضی والا اور اگر میں چلی بھی جاؤں گی تو میری کون سا اس طرف توجہ ہوگی؟ اور میں کسی اور طرف کسی کام میں busy ہو جاؤں گی۔ اب وہ musical evening میں جاتی ہے، کچھ سنتی ہے اور

آہستہ آہستہ ظاہر ہے کہ وہ چیزیں انسان کے اوپر اثر انداز ہوتی ہیں اور وقتی طور پر انسان کا ذہن ماوٴف ہو جاتا ہے، پھر یہ کہ شیطان اس دوران اپنے کافی کام کر گزرتا ہے۔ پھر جب انسان واپس بھی آئے تو کیفیت فرق ہوتی ہے اور میاں کو بھی ایک بات مل جاتی ہے کہ اس وقت بھی تو تم گئی تھیں، اب کیا فرق پڑتا ہے؟ پہلی دفعہ جانے میں ہی زیادہ پرابلم ہوتی ہے تو اب اگر ایک دفعہ گئی ہو تو اب تو ساتھ دینا پڑے گا۔ اب دیکھیں ایک انسان کس طرح سے Gradually دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے!

شیطان یہ راستہ ہموار کرتا رہتا ہے کبھی کسی حوالے سے اور کبھی کسی حوالے سے۔ جیسے ہر ایک کو پتہ ہے کہ سود حرام ہے۔ اب شیطان انسان کو motivate کرتا رہتا ہے اور کسی نازک موڑ پر ایسے لوگوں کو بھی سود کھانے کے لیے مجبور کر دیتا ہے جن کے بارے میں ایسی توقع بھی نہیں کی جا سکتی اور انہیں یاد کیا دلاتا ہے کہ بزنس کیسے ہوگا؟ سارے لوگ ہی بزنس کے لیے ایسا کرتے ہیں اور اس کے علاوہ اور کوئی alternate ہی نہیں ہے، کوئی اور حل ہو تو آپ بھی کچھ کر لیں، اب ظاہر ہے کہ آپ تو پرابلم میں گھرے ہوئے ہیں، ایک طرف سے نہیں تو دوسری طرف سے یہ سلسلہ ہو جائے گا، اور آج کون ہے جو سود نہیں کھا رہا اور سود نہیں دے رہا؟ اگر آپ بینک سے خود loan نہیں بھی لیتے تو یہ جتنی سڑکیں بنتی ہیں، یہ کیسے بنتی ہیں؟ hospitals کیسے بنتے ہیں؟ فلاں کام کیسے ہوتے ہیں؟ یہ جو کپڑا آپ نے پہنا ہوا ہے، جس مل سے یہ کپڑا بن کے آیا، اس مل نے بھی تو loan لیا تھا، اس نے بھی تو سود ادا کیا تو directly نہیں تو indirectly آپ بھی تو اس میں involve ہیں تو آپ کی مجبوری ہے، اگر آپ اس وقت پر سود نہیں لیتے تو naturally پھر آپ کا بزنس سارے کا سارا خراب ہو جاتا ہے تو چلو ایسا کر لو کہ اس کے بعد دوبارہ نہ لینا، ایک دفعہ اس معاملے کو نپٹا لو اور آئندہ کبھی نہ لینا اور انسان سود کے ایسے vicious circle میں پھنستا ہے کہ ایسے شریف لوگ

جن کے بارے میں توقع ہی نہیں کی جاسکتی وہ بھی سود لینا شروع کر دیتے ہیں اور پھر ایک بار کا لیا ہوا سود اُتارتے اُتارتے اس چکر میں ایسے گرفتار ہوتے ہیں کہ پھر نکل ہی نہیں پاتے۔

میں نے بڑی بڑی باتوں کا تذکرہ آپ کے سامنے کیا لیکن چھوٹے چھوٹے کام کروانا تو شیطان کے لیے بہت ہی آسان ہے اور آپ نے اپنے اندر سے اٹھتا ہوا اور ارد گرد کے لوگوں کی زبانوں سے نکلتا ہوا ایک فقرہ تو بہت سنا ہوگا: 'چلو کوئی بات نہیں'، 'یہ تو اتنی بڑی بات نہیں ہے'، 'پھر کیا ہوا'؟ یہ فقرے آپ نے کبھی سنے؟ آپ کے اندر سے کبھی اُبھرے؟ کہ چلو کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ سے معافی مانگ لیں گے۔

آپ کو کسی تقریب میں جانا ہے، اب کسی نے ایک نماز miss کردی۔ نماز کا miss کر دینا دائرہ اسلام سے خارج ہونا ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''بندے اور کفر کے درمیان فرق کرنے والی چیز نماز ہے''۔ (صحیح مسلم:247)

اب آپ دیکھیں نماز کا Miss کرنا علم رکھنے والوں کے لیے بھی شیطان کتنا آسان کر دیتا ہے۔ کسی تقریب میں، کسی جگہ پہ، مثلاً مارکیٹ گئے ہیں تو اب ہم کہاں نماز پڑھ سکتے ہیں؟ کیا بھلا مارکیٹ میں مساجد نہیں ہیں؟ لیکن کہا جاتا ہے کہ بھئی اس وقت کون مسجد میں جائے؟ اور کون یہ سارا کچھ کرے؟ پھر اتنا تھوڑا سا ٹائم ہے، گھر بھی تو جانا ہے تو چلو قضا کر کے پڑھ لیں گے۔ ایک ایسے جھانسے میں شیطان لے آتا ہے کہ ایک بار قضا کرواتا ہے اور پھر عادت ہی ہو جاتی ہے لوگوں کو قضا کرنے کی۔ نمازیں قضا کرنا تو ہماری سوسائٹی میں یوں لگتا ہے کہ یہ ایک اہم کام ہے اور آپ دیکھیں کہ قضا نمازوں کے مسائل کتنے پوچھے جاتے ہیں کہ جو نمازیں قضا ہو جاتی ہیں ان کا کیا کریں؟ یہ بتایئے کہ کیا اسلام میں نمازیں قضا کرنے کی گنجائش ہے؟ گنجائش ہی نہیں ہے کہ آپ نماز قضا کریں۔ کوئی صورتحال ہمیں ملتی ہی نہیں ہے کہ آپ نماز قضا کر سکیں۔ کبھی کوئی ہمیں Emergency مجبوری ایسی ہو گئی مثال کے طور

پر کوئی بے ہوش ہو گیا یا فرض کریں کسی کا آپریشن ہے تو اس دوران جو اس نے نمازیں پڑھنا تھیں، anesthesia دیا ہوا ہے، اس کو ہوش ہی نہیں ہے تو اس نے نماز نہیں پڑھی، اب جب وہ ہوش میں آئے گا تو ظاہر ہے کہ اس نے نماز پڑھنی ہے۔ اس طرح کی کوئی بے ہوشی والی کیفیت کسی پہ طاری ہو جائے یا کوئی ایسی مجبوری لاحق ہو جائے جس میں انسان کو جان کا خطرہ ہو اور خطرہ بھی کس نوعیت کا کہ اس کو پتہ ہی نہیں چلے۔ جان کے خطرے والی بات بھی شاید ہمیں نہیں کرنی چاہیے کیونکہ میدانِ جنگ میں بھی نماز معاف نہیں ہے، صلوٰۃِ خوف کا سلسلہ ہمیں ملتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صلوٰۃِ خوف جیسے ادا کی تو اس کو کتنا آسان بنا دیا گیا ہے سب کے لیے کہ نماز قضا ہو سکتی ہے اور یہ کہ جب نمازیں قضا ہو جائیں تو ان کو باقی نمازوں کے ساتھ ملا کر پڑھا جا سکتا ہے۔ جب ہمارے علماء ہی اس معاملے میں مصروف ہو جائیں گے تو ظاہر ہے کہ وہ نمازیں قضا کروائیں گے۔

یہ خواہش کو motivate کرتا ہے کہ اس وقت تو تمہارے پاس ٹائم نہیں ہے، اس وجہ سے آپ اس نماز کو postpone کرو، پھر پڑھ لینا۔ مثال کے طور پر ایک بنی سنوری لڑکی کسی parlor سے تیار ہو کے آئی اور نماز کا ٹائم ہو گیا۔ آپ اس کے دل سے پوچھیں کہ نماز پڑھ لیں یا نہ پڑھیں؟ کہے گا کہ تمہارے میک اپ کرنے کا کیا فائدہ، تم نے منہ سنوارا ہی کیوں تھا؟ اب اتنی amount دے کر اگر تیار ہوئے تو اس وقت پہ نماز تو ادا نہیں کی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ تقریب کا وقت ہے تو اگر اس تقریب کے دوران ہی اللہ تعالیٰ کے پاس چلے گئے تو کس حالت میں گئے؟ ایمان کی حالت میں نہیں لیکن شیطان انسان کو اس طرف نہیں آنے دیتا۔

یہ چند ایک مثالیں ہیں اور ہماری زندگی تو مثالوں سے پر ہے۔ کس طرح شیطان یقین رکھنے والوں اور یقینی علم رکھنے والوں کو Motivate کرتا ہے اور پھر دوسری طرف دیکھئے

کہ جولوگ گمان رکھتے ہیں کہ یہ کام غلط ہے تو ان کے لیے تو شیطان کی motivation بہت زیادہ مؤثر ہوتی ہے۔ایسی صورت میں شیطان کے وسوسوں کو ہٹانے کے لیے، اس سے بچنے کے لیے محض ذکر کافی نہیں ہے، اس کے لیے مجاہدے کی ضرورت ہے، effort، struggle، شعوری کوشش کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے تو یہ دو قسمیں تھیں وساوس کی۔

وسوسے کی تیسری قسم ہے خواطر، خیال۔کبھی آپ کو نماز میں کوئی خیال آیا؟ کون ہے جس کو نماز میں خیالات نہ آتے ہوں؟ خیال کا مطلب کیا ہے؟ اچانک کوئی ایسی بات دل کے اندر آجائے جو پہلے نہیں تھی۔یہ جو اچانک آنے والی بات ہے، یہ خاطر ہے، خیال ہے۔ جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے شیطان اس کو طرح طرح کے خیالات میں مصروف کر دیتا ہے۔یہ ایسے وسوسے، ایسے خیالات ہوتے ہیں جو بڑے ہلکے پھلکے محسوس ہوتے ہیں۔ کبھی ایک بات آ گئی، کبھی دوسری، ادھر ادھر کے ایسے light سے خیالات اور وہی کام جو انسان کرتا رہتا ہے، اُسے نماز میں یاد آنا شروع ہو جاتے ہیں۔شیطان کو اس کے لیے بہت محنت نہیں کرنا پڑتی، انسان کو پھر اپنی ہی باتیں اپنے ہی کام یاد آنے لگتے ہیں۔

مثال کے طور پر ابھی جب آپ ظہر کی نماز پڑھیں گے تو ممکن ہے کہ جو کچھ آپ سن رہے ہیں، یہی کانوں میں گونجنا شروع ہو جائے اور آپ اسے اس لیے قبول کر لیں کہ یہ تو نیکی کی باتیں ہیں۔یعنی نماز میں اگر نیکی کی بات دماغ میں آ بھی گئی تو یہ کون سا اتنی بڑی بات ہے! لیکن ہوتا پتہ ہے کیا ہے؟ کہ ایک نیکی کی بات، پھر نیکی کی بات، پھر نیکی کی بات، پھر کوئی اور بات، پھر نیکی کی بات، پھر کوئی اور، چلیں جی ذہن کہیں اور لگ گیا۔یعنی شروع شروع میں شیطان پکڑتا تو انسان کو اسی چیز سے ہے جو اس کا field of interest ہوتا ہے، interest کی باتیں ذہن میں آتی ہیں۔

دوسری قسم کے خیالات جو آپ کے ذہن میں یہاں ظہر کی نماز ادا کرتے ہوئے آ

سکتے ہیں وہ گھر جانے کے ہیں۔ گھر جانے کے بعد کیا کرنا ہے؟ مثلاً خواتین کے ذہن میں یہ آرہا ہوگا کہ بچے آگئے یا بچوں کے آنے کا ٹائم ہے تو انہیں کھانا کھلانا ہے، پھر یہ کرنا ہے، پھر یہ کرنا ہے، پھر ریسٹ کرنا ہے، پڑھنا بھی ہے، شام کو کیا ہوگا؟ Husband کس وقت آئیں گے؟ آج کے کھانے کے بارے میں بھی کوئی بات ذہن میں آسکتی ہے، اچانک کوئی مصروفیت، شام کو کسی تقریب میں جانا ہے، کوئی شارٹ کورس کرانا ہے، تو جو بھی کام کرنے ہیں وہ سب بھی کھٹ کھٹ اندر آنا شروع ہو جاتے ہیں۔

طالبہ: اکثر نماز میں بھولی بسری چیزیں یاد آنا شروع ہو جاتی ہیں اور گمی ہوئی چیزیں یاد آجاتی ہیں کہ کہاں پڑی ہوئی ہیں۔ یہ بھی شیطان ہمیں سُجھاتا ہے کہ ہم دماغی طور پر مصروف ہو جائیں۔

استاذہ: اصل بات یہی ہے کہ نماز کی طرف توجہ نہ رہے اور یہ کسی ایک انسان کا معاملہ نہیں، ہر انسان کا معاملہ ہے کہ توجہ ہٹی اور انسان گیا۔ شیطان یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ ہمارا ربّ سے تعلق قائم ہو جائے، وہ تعلق کے راستے میں رکاوٹ بنتا ہے۔

طالبہ: مجھے تو لیکچر ہی نماز میں یاد آتا رہتا ہے اور پھر توبہ واستغفار اس لحاظ سے بندہ کرتا ہے کہ یہ شرک میں نہ چلا جائے کہ بھئی نماز اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھ رہے ہیں لیکن سب سے زیادہ یہی چیز ذہن میں آتی رہتی ہے۔

استاذہ: ظاہر ہے کہ شیطان تو آپ کو وہیں سے پکڑے گا جو آپ کی مصروفیت ہے، جہاں پر آپ کا پوری طرح سے دل لگا ہوا ہے۔ آپ کے شعور میں جو باتیں راسخ ہوئیں وہی چیزیں آپ کے ذہن کے اندر آئیں گی۔ لہٰذا شیطان کے ایسے وسوسوں کو دور کرنے کے لیے کچھ اقدامات اپنے لیے کرنے چاہئیں۔ مثال کے طور پر جب

آپ وضو کے لیے جائیں تو خالی الذہن ہو کر، اِدھر اُدھر کی باتیں نہیں سوچنا کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کے لیے اپنے آپ کو پاک کرنے لگی ہوں، جائے نماز پہ کھڑے ہوں تو اعوذ باللہ بھی پڑھ لیں اور اپنے آپ کو یہی message دیں کہ میں اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے لگی ہوں، اب میں نے اللہ تعالیٰ سے باتیں کرنی ہیں اور بعض اوقات انسان اپنے آپ کو یہ message بھی دے سکتا ہے کہ اب میں نے کوئی اور بات نہیں سوچنی انشاء اللہ اور یا اللہ! آپ میری مدد کرنا اور پھر جب آپ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرنے لگیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ پھر افاقہ ہوگا لیکن ہے یہ ریاضت، یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے، ایسی بات نہیں ہے کہ آپ ایک بار کہہ لیں اور شیطان کہے کہ اچھا ٹھیک ہے، چلو کوئی بات نہیں، آپ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کر لیں۔ مجھے لگتا ہے جیل کا جو داروغہ ہے اور جیل کے جو چوکیدار ہیں جو قیدیوں کو باہر نہیں نکلنے دیتے، ملاقات آتی ہے تو وہ بھی side پہ ہو جاتے ہیں لیکن ہم تو اس برے طریقے سے شکنجے میں ہوتے ہیں کہ ہمیں تو شیطان کوئی موقع ہی نہیں دیتا کہ ہم آزاد ہوں، ہماری ربّ سے ملاقات ہو سکے، ہماری ملاقات کو وہ خراب کرتا ہے، ہمارے خیالات کو capture کرتا ہے، ہمیں اپنے خیالات میں گم کر دیتا ہے، ہمارے خیالات کو ادھر ادھر ہونے نہیں دیتا، ہمیں خیالات کی قید میں ڈال دیتا ہے۔

بعض اوقات انسان خوب اچھے طریقے سے تلاوت بھی سن رہا ہوتا ہے، اب ادھر سے تلاوت سن رہا ہے اور اُدھر سے خیال آ رہے ہیں۔ انسان ایک لحاظ سے مطمئن بھی ہوتا ہے کہ میری تلاوت کی طرف بھرپور توجہ ہے اور بھرپور توجہ کے ساتھ ساتھ ایک وقت میں دو فلمیں چل رہی ہوتی ہیں، ایک طرف اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ اور

دوسری طرف سے وہ خیالات بھی ساتھ ساتھ آرہے ہیں۔ جیسے ہم آپس میں بات چیت کریں اور باہر سے بچوں کی آوازیں بھی آرہی ہوں، ایسے ہی تلاوت کرتے ہوئے ساتھ ساتھ خیالات بھی آرہے ہوتے ہیں۔اب آپ دیکھیں کہ ایسے موقع پرہوتا کیا ہے؟ وہ اثر جس کے حصار میں ہمیں آنا چاہیے ہم پر وہ اثر نہیں ہوتا، اتنا زیادہ فائدہ نہیں ہوتا۔ کیفیات ہرانسان کی مختلف ہوتی ہیں لیکن بہرحال سلسلے دونوں طرف جاری رہتے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ achievable target ہے اور ایسا لگتا ہے کہ جیسے بہت آسانی سے یہ کام ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو شخص دو رکعتیں ایسی پڑھے کہ ان میں اس کا نفس کوئی دنیا کی بات نہ کرے تو اس کے پچھلے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔“ (بخاری:164)

ایسی دو رکعتیں پڑھ کر دیکھیں ٹارگٹ بنالیں یقین کریں وسوسوں پہ کنٹرول ہوجائے گا۔اس سے دو باتیں پتہ چلتی ہیں:

1۔وسوسوں پہ کنٹرول کرنا مشکل کام ہے۔

2۔ناممکن نہیں ہے۔انسان کنٹرول کرسکتا ہے اور اس پر اجر بہت ہے۔

حدیث سے ہمیں پتہ چلا کہ وضو کرنے کے بعد یہ دو رکعتیں پڑھنے والے کو اچھی نماز مل جاتی ہے۔ان دو رکعتوں میں اگر انسان تحیۃ الوضو کا ارادہ کرے تو فائدہ اسی لیے ہے کہ جب انسان تحیۃ الوضو میں کوشش کرتا ہے تو باقی نماز پھر تھوڑا سا بہتر ہو جاتی ہے تو تحیۃ الوضو پڑھنے چاہئیں یعنی وضو کے نوافل اور اس کے لیے effort بھی کرنی چاہیے، انشاءاللہ تعالیٰ کبھی نہ کبھی ایسی نماز مل جائے گی۔

اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ کرنے والا کام ہے اور شیطان کرنے

نہیں دیتا۔ ہوگا توجہ سے اور ہوگا اس کو target بنانے سے۔ اپنا ٹارگٹ تو رکھیں کہ مجھ سے پوری توجہ کے ساتھ ساری نمازیں اگر نہیں بھی پڑھی جارہیں تو کم از کم دو رکعتیں تو ایسی ہوجائیں کہ میرے پچھلے گناہ معاف ہوجائیں اور دو رکعتیں اگر آپ پڑھنے کی کوشش کریں گے تو انشاء اللہ آپ کی باقی نمازیں بھی بہتر ہوجائیں گی۔

اس اعتبار سے پتہ لگتا ہے کہ دل کے اندر آنے والے وسوسے کنٹرول ہوسکتے ہیں لیکن یہ کوشش انسان کی ہے، یہ کوشش سے ہوگا۔ اس سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ عین ذکر کے وقت یہ وسوسے آتے ہیں۔ ذکر کے وقت یہ وسوسے منقطع نہیں ہوتے۔

نماز کے وقت جو وسوسے آتے ہیں اس وقت انسان پر جانتے ہیں کیا اثر ہوتا ہے؟ انسان کو یہ نہیں پتہ چلتا کہ میری کون سی رکعت ہے اور میں نے ابھی ابھی پچھلی رکعت میں کیا پڑھا ہے؟ اور اب آگے کیا پڑھنا ہے؟ اور اُسے یہ بھول جاتا ہے کہ میں نے دو سجدے کیے ہیں یا ایک؟ یہ بھول جانے کے معاملات شیطان کی طرف سے ہیں۔ شیطان کوشش یہ کرتا ہے کہ ہم نماز کی کیفیت میں بھول جائیں اسی لیے تو سجدۂ سہو کی سہولت میسر ہے۔ غلطی پر سجدہ کرلیں، شیطان نے نہیں کیا تھا، انسان کر لے تو غلطی پر معافی بھی ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد بھی ملتی ہے لیکن consciously، شعوری طور پر کہ ہاں یہ غلطی ہوئی اور وسوسوں کی وجہ سے ہوئی اور اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگنی ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگنی ہے۔

دنیا کے معاملات کے حوالے سے دیکھئے کہ انسان کچھ معاملات میں concentrate کرتا ہے تو اسے یہی نہیں پتا چلتا کہ کون آیا اور کون چلا گیا؟ غور وفکر کی بھی ایسی کیفیت ہوتی ہے، یہ وسوسے، یہ خیالات انسان کو گھیرے میں لے لیتے

ہیں اور انسان اپنی سوچوں میں غرق ہو جاتا ہے۔ جب اس کے ساتھ ایسا ہوتا ہے کہ اسے نہیں پتہ چلتا کہ کون سی چیز آئی اور کون سی گئی؟ اگر ایک انسان اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرے تو آہستہ آہستہ وہ کیفیت ہوگی کہ شیطان کے وسوسے آ کر گزر جائیں گے اور آپ کو پتہ بھی نہیں چلے گا کہ آئے بھی اور گزر بھی گئے کیونکہ آپ مستغرق ہو جائیں گے، مصروف ہو جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ مبذول کرنے میں غرق ہو جائیں گے، اتنا زیادہ توجہ ہو جائے گی کہ پھر یہ وسوسے اثر انداز نہیں ہوں گے اور پھر بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وسوسے نہیں آئیں گے، آئیں گے ضرور لیکن اس طرح اثر انداز نہیں ہوں گے کیونکہ effort، کوشش اس نوعیت کی ہے کہ وہ وسوسے اب دل پر اثر انداز نہیں ہو رہے۔

طالبہ: کبھی کبھار کلاس میں بیٹھے ہوئے ایسا ہوتا ہے کہ آپ جو بات سن رہے ہوتے ہیں اس کی وجہ سے آپ کے mind پہ جو picture بن رہی ہوتی ہے آپ اس کو آگے لے کر چلتے چلتے کہیں اور نکل جاتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے بارے میں ہی سوچ رہے ہیں مثال کے طور پر تو کلاس کی جو اگلی بات چل رہی ہوتی ہے وہ آپ کے mind سے skip ہو جاتی ہے اور آپ کہیں اور پہنچے ہوئے ہوتے ہیں۔ بات تو وہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ہے تو اس کو ہم کیا کہیں گے؟

استاذہ: اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ وسوسوں والا field ایسا ہے جس کی طرف سب سے زیادہ توجہ کرنے کی ضرورت ہے، جس پر شیطان ہمیں ٹکنے نہیں دیتا۔ کوئی لمحہ ہماری عمر کا ایسا نہیں ہوتا جب وہ کوشش نہ کرے تو پھر کوئی لمحہ ایسا کیوں ہو کہ ہم کوشش نہ کریں۔ ہمیں بھی اس سے زیادہ alert، اس سے زیادہ active ہونا چاہیے۔ ہم رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے دیکھیں گے کہ کیا آپ ﷺ کے دل

میں بھی وسوسے آئے تھے اور عین نماز کی حالت میں؟ آپ ﷺ انتہائی سچے انسان تھے اور آپ ﷺ لوگوں کے لیے مکمل نمونہ تھے، آج بھی ہیں، آئندہ بھی رہیں گے لیکن آپ ﷺ بھی ان وسوسوں کا شکار ہو سکتے تھے۔ میں ایک روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔

نبی ﷺ نے ایک بار ایک تحفے کی چادر کو استعمال کیا، چادر colourful تھی، ابو جہم نے تحفے میں دی تھی۔ آپ ﷺ نے نماز پڑھی اور پڑھتے ہی سب سے پہلے کہا کہ اس چادر نے مجھے نماز سے روک دیا، جاؤ اسے ابو جہم کو دے آؤ کہ ایسا کپڑا میں استعمال نہیں کروں گا جو مجھے مصروف کر دے۔ (صحیح بخاری:373) آپ یہ دیکھ لیجیے کہ اگر اللہ کے رسول ﷺ نے اس چیز کو feel کیا کہ میری attention divert ہو سکتی ہے تو کیا ہماری نہیں ہو سکتی؟ اور آپ دیکھیں کہ اگر انہوں نے effort کی کہ کوئی چیز مجھے نماز کی مصروفیت سے نہ روکے، اپنے اندر مشغول نہ کرے تو ہمیں بھی effort کرنے کی ضرورت ہے، effort کرنے سے ہی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔

اسی طرح مردوں کے لیے سونے [gold] کی حرمت کا جب حکم نہیں آیا تھا تو آپ ﷺ نے سونے کی ایک انگوٹھی پہن رکھی تھی۔ خطبہ کے دوران اس پر نظر پڑی تو آپ ﷺ نے وہ انگوٹھی اتار پھینکی کہ اس نے مجھے مشغول کر لیا تھا۔ (سنن نسائی) اب دیکھیں! جس کے بازو گولڈ سے بھرے ہوئے ہوں اور ہاتھوں میں بھی انگوٹھیاں پہنی ہوئی ہوں، اچھے کپڑے پہنے ہوئے ہوں تو کیا اس کی سوچ ادھر اُدھر نہیں جائے گی؟ شیطان کو تو بہت موقع ملتا ہے۔ اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ انسان نہ پہنے لیکن بہر حال effect ہوتا ہے اور بچاؤ کا ذریعہ یہی ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے حضور جائے تو زیادہ سے زیادہ ایسی چیزوں سے avoid کر کے جائے جن سے اس کی توجہ

بٹ سکتی ہو۔اسی وجہ سے آپ دیکھیں کہ نماز کی الگ چادر انسان کو بہت فائدہ دیتی ہے جس میں انسان کا پورا وجود بھی cover up ہو جائے اور اس کی توجہ اِدھر اُدھر بھی نہ جائے اور بہت زیادہ colourful نہ ہو تو وہ انسان کو بہت زیادہ help کرتی ہے۔

طالبہ: اگر نماز کے دوران انسان کو اپنے گناہوں کا خیال آئے اور مسلسل آنسو نکلیں، شرمندگی ہو تو یہ کیسا ہے؟ ایسے خیال بھی آنے چاہئیں یا نہیں؟

استاذہ: اصل میں نماز کی حالت میں اگر ایک انسان مسلسل اپنی غلطیوں، خطاؤں کی معافی مانگتا ہے تو یہ پسندیدہ ہے لیکن اپنے آپ کو اس حالت میں بھی بڑا کنٹرول کر کے رکھنے کی ضرورت ہے کہ پھر اس کی توجہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف رہے، شرمندگی و ندامت کا معاملہ غالب رہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ رہے اور استغفار کا معاملہ بھی ہو۔اگر ہم نماز کے دوران کی مسنون تسبیحات کو دیکھیں تو اس سے ہمیں پتہ لگتا ہے کہ یہ طریقۂ کار مطلوب ہے، صرف جائز نہیں ہے بلکہ یہ چاہیے۔مثال کے طور پر سجدے کی تسبیح کے ساتھ جو دُعا ہے:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ كُلَّهٗ دِقَّهٗ وَجِلَّهٗ وَاَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ وَعَلَانِيَتَهٗ وَسِرَّهٗ (مسلم:1084)

''اے اللہ! میرے تمام چھوٹے اور بڑے، پہلے اور پچھلے، ظاہر اور پوشیدہ گناہ بخش دے''۔

یہ سجدے کی تسبیح ہے۔اسی طرح سے دو سجدوں کے درمیان آپ کیا مسنون الفاظ کہتے ہیں؟

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ وَارْحَمْنِیْ وَعَافِنِیْ وَاهْدِنِیْ وَارْزُقْنِیْ (ابو داؤد:850)

''اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما، مجھے ہدایت دے، مجھے عافیت سے رکھ اور مجھے روزی عطا کر''۔

باقی باتیں تو اپنی جگہ پہ ہیں لیکن اصل بات کیا ہے؟ مغفرت۔ اگر اللہ تعالیٰ سے نہیں کہیں گے تو اور کس سے کہیں گے؟ اپنی مجبوریاں، اپنی بے بسیاں، اپنے problems کہ جو اللہ تعالیٰ کے تعلق کے حوالے سے ہمیں لاحق ہیں تو یہ تسبیحات رسول اللہ ﷺ نے اسی لیے سکھائیں کہ انسان کی توجہ اسی جانب رہے، مثلاً دعائے استفتاح ہے، جب نماز شروع کرتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ نماز شروع کرنے سے پہلے بسا اوقات یہ دُعا پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ بَاعِدْ بَیْنِیْ وَبَیْنَ خَطَایَایَ کَمَا بَاعَدْتَّ بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ (بخاری:744)

''اے اللہ! میرے اور میری خطاؤں کے درمیان اتنا فاصلہ کر دے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے''۔

بُعد چاہیے، دوری، یا اللہ! بس دور کر دے مجھے میرے گناہوں سے تو یہ تسبیح ہمیں کیا بتاتی ہے؟ کہ انسان کی توجہ اپنے گناہوں، اپنی غلطیوں کی طرف رہے اور اللہ تعالیٰ سے معافی مانگنے کا سلسلہ بھی جو رسول اللہ ﷺ نے سکھایا تو یہ مطلوبہ رویہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے آگے آنسو بہائے، اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی خطاؤں کو رکھے، معافی مانگے اور اللہ تعالیٰ سے رحمت کی بھیک مانگے۔

طالبہ: میں نے پوچھنا تھا کہ اگر وسوسے نماز میں آئیں تو اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم نماز میں دل میں ہم پڑھ سکتے ہیں؟

استاذہ: جی پڑھ سکتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ تین بار اعوذ باللہ پڑھیں اور بائیں جانب تھتکار دیں۔ تھوک پھینکنے کی اجازت نہیں ہے لیکن انسان جیسے تھوکنے کا اشارہ کرتا ہے اس طرح کرنا ہے۔

طالبہ: نماز کے دوران ہی؟

استاذہ: جی نماز کے دوران ہی کیونکہ نماز کے دوران ہی تو شیطان غالب آتا ہے۔

طالبہ: آج صبح اتنی اچھی نماز شروع کی اور سب کو اٹھایا اور نماز میں بار بار خواب یاد آرہا تھا جو رات میں دیکھا تھا، سمجھ ہی نہیں آرہی تھی، کنفیوژن تھی کہ کیا کروں؟ اس کو کیسے نکالوں؟

استاذہ: اعوذ باللہ پڑھ کے۔ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کے رسول اللہ ﷺ کی سنت کو follow کر کے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی سے دوسری مثال آپ کو دینا چاہتی ہوں۔ آپ ﷺ کے گھر میں دو یا تین دینار رکھے تھے اور آپ ﷺ نماز کی جماعت کروانے سے پہلے ان دیناروں کو گھر سے نکالنے کے لیے چلے گئے کہ انہوں نے میری توجہ بٹا دینی ہے۔ میں جو بات کہنا چاہتی ہوں وہ یہ کہ یہ انسانی معاملات ہیں، انسان خطرے میں ہے اور یہ خطرہ انبیاء علیہم السلام کو بھی لاحق تھا اور انبیاء علیہم السلام نے اپنا علاج کیا ہے۔ انسان اگر بچنا چاہتا ہے تو اس کو بھی اسی طرح اپنے معاملات میں conscious ہونا پڑے گا اور وہی way اختیار کر کے ہی ہم بچ سکتے ہیں۔ اپنی مرضی کر کے کہیں کہ کوئی فرق نہیں پڑتا اور ہم یہ چاہیں کہ کوئی خرابی نہ ہو تو پھر خرابیاں تو ہوں گی۔

فرض کریں کہ آپ کا بیگ ہے اور اس میں ایک بھاری amount پڑی ہے۔ آپ

نے وہ بیگ کہیں اور رکھا ہے اور آپ نے نماز شروع کر دی ہے، پھر کیا ہوگا؟ آپ کے دل میں کیا خیال آئے گا؟ آپ کے دل سے یہ بات نکلے گی ہی نہیں کہ پتہ نہیں اس بیگ کا کیا بنے گا؟ پتہ نہیں وہ amount کوئی نکال نہ لے۔ان دو یا چار رکعتوں میں جو آپ نے پڑھنا ہیں مسلسل آپ نے اپنے اوپر ایک غلبے کو محسوس کرنا ہے، یہی وسوسہ غالب رہے گا اور اس کے لیے زیادہ مناسب یہی ہے کہ ایک انسان اپنے معاملات settle down کر کے پھر نماز کے لیے کھڑا ہو۔اسی وجہ سے نماز پڑھنے کے لیے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں طریقہ کار ساتھ ہی بتایا کہ بھوک لگی ہے تو کھانا کھالو اور اگر نیند آئی ہے تو پہلے تھوڑا آرام کرلو۔اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نماز قضا کر دو یعنی کسی وقت مجبوری لاحق ہو تو پہلے ضروریات سے فارغ ہو لیں۔اب آپ دیکھیں کہ کسی نے واش روم جانا ہے اور وہ نماز پڑھ رہا ہے تو اس کو ایک ہی خیال رہے گا کہ میں نے واش روم جانا تھا، واش روم جانا ہے، واش روم جانا ہے۔آپ اپنے کسی پیارے کی ملاقات کے لیے اس کے پاس جائیں جس سے آپ بہت محبت کرتے ہیں، بہت ہی عزت کرتے ہیں اور آپ جاتے ہی وہ الفاظ یا وسوسہ جو ذہن کے اندر گونجتا ہے، لفظوں میں کسی سے کہنا شروع کر دیں تو وہ آپ کے بارے میں کیا سوچے گا؟ ظاہر ہے کافی برا، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جا کے ہم اگر ہر وقت اسی طرح کے خیالات میں محو رہیں تو یہ کیسی ملاقات ہے؟ اپنی ان ملاقاتوں کو بہتر بنانا ہے ان شاء اللہ تعالیٰ اور وسوسوں کو کنڑول کرنا ہے۔

طالبہ: بعض دفعہ نماز پڑھتے ہوئے بالکل اچانک اتنے برے گندے خیال آجاتے ہیں کہ بندہ سوچ نہیں سکتا کہ اتنا گندہ خیال بھی آسکتا ہے۔میں تو آنکھیں بالکل بھینچ لیتی ہوں، نماز پڑھتے ہوئے بالکل بند کر لیتی ہوں اور اس وقت میرا دل چاہتا ہے کہ

میں اللہ تعالیٰ سے فوراً توبہ کروں۔ پھر میرا دل یہ پریشان ہوتا ہے کہ پتہ نہیں نماز پڑھتے ہوئے توبہ کر سکتے ہیں کہ نہیں؟

استاذہ: اعوذ باللہ پڑھ سکتے ہیں اور اگر ایسی بات ہو تو abruptly بعض اوقات انسان کی زبان سے استغفر اللہ نکل آتا ہے تو اتنے حرج کی بات نہیں ہے۔

ایک چیز توجہ طلب ہے کہ شیطان اپنی effort کو جب شروع کرتا ہے تو اس کی effort کسی ایک angle سے نہیں ہوتی۔ میں ایک دانشور کی بات آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔ کسی نے کہا کہ شیطان انسان کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے، اگر ایک برا خیال ڈالے تو وہ قبول نہیں کرتا، پھر وہ نصیحت کے راستے سے آتا ہے، اسے اچھی اچھی باتیں بتاتا ہے کہ آپ یوں کرلو، یوں کرلو اور انسان اس وقت محسوس نہیں کر رہا ہوتا کہ یہ بنیادی طور پر کوئی شیطانی حرکت ہے یا میرے ساتھ کوئی ایسا معاملہ ہے اور اگر انسان ایک شیطان کی نصیحت کو بھی بھانپ لے تو پھر وہ کسی اور دروازے سے آتا ہے۔ سب سے پہلا دروازہ نافرمانی کا ہے۔ انسان نافرمانی نہ کرے تو نصیحت کرتا ہے، اگر نصیحت سے بھی وہ نہیں رکتا تو پھر اسے ایسے کام کرنے کے لیے مجبور کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے نہیں بتائے، نیکی کے نام پر وہ یہ کام کرواتا ہے۔ مثلاً بدعت، دین میں نکالنے جانے والے نئے کام یعنی ایک انسان کے دل میں وہ ایسی باتیں ڈالتا ہے جس سے وہ نیکی سمجھ کر ایسے کام کرنا شروع کر دیتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے نہیں بتائے، رسول اللہ ﷺ نے کیے نہیں، وہ کام کر کے ہم جنت سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محروم ہو سکتے ہیں اور جہنم میں داخلہ یقینی ہو سکتا ہے۔ جیسے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَّكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ

"دین میں ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں لے جانے والی ہے"۔ (ابوداؤد:4/200، ابن ماجہ:43، ابی داؤد:3851، ترمذی:2676)

جیسے آپ دیکھیں درودِ ابراہیمی ہے اس سے کس طرح شیطان نے ذہنوں کو ہٹا دیا ہے۔ اتنی نوعیت کے درود ہیں کہ اب اصل درود کی طرف کسی کی توجہ ہی نہیں جاتی۔ کوئی درودِ ماہی پڑھ رہا ہے، کوئی دورِ لکھی پڑھ رہا ہے، کوئی کسی اور نوعیت کا درود ہے، بھئی آپ کو دشمنی صرف اسی درود سے ہے جو اللہ کے رسول ﷺ نے سکھایا؟ شیطان اس کو کہے گا کہ فلاں درود پڑھو گے تو فلاں چیز ملے گی اور ملنے کے چکر میں انسان اس لالچ میں اس طرح آجاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سکھائے ہوئے درود کو بھول جاتا ہے۔

اسی طرح جیسے فرض کریں کہ نماز پڑھنی ہے۔ ایک تو فرض نمازیں ہیں اور دوسرے نوافل ہیں، اسی طرح فرض روزے ہیں اور نفلی روزے ہیں، اسی طرح حج کے احکامات ہیں، ان عبادات تک کو شیطان نہیں چھوڑتا۔ ایک بات انسان کے ذہن میں آتی ہے کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اگر ہم یہ کام کرلیں۔ مثال کے طور پر فرض نماز کے بعد اللہ کے رسول ﷺ نے ہاتھ اٹھا کر دُعا نہیں منگوائی اور آپ imagine کریں گے کہ وہ کون سا خیمہ ہے جہاں پہ حاجی فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اُٹھا کر اجتماعی دُعا نہیں مانگتے؟ حج کے دوران شیطان یہ کام کروالیتا ہے۔ آگے پیچھے یہ کام مساجد کے اندر بھی ہوتا ہے۔ میں اگر آپ سے پوچھوں کہ کیا آپ کو اس بات کا پتہ تھا کہ فرض نمازوں کے بعد انفرادی طور پر تو یہ دُعا ہاتھ اٹھا کے مانگنی ہے، ہر کوئی مانگے گا لیکن امام دُعا نہیں منگوا سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے نہیں مانگی۔ اگر کوئی ہاتھ اُٹھوا کے دُعا منگواتا ہے تو یہ طریقہ کار

رسول اللہ ﷺ کے طریقۂ کار سے ہٹا ہوا ہے۔

اسی طرح کتنے ہی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اگر ہم فلاں موقع پر دُعا کرلیں۔ مثلاً مجھے کسی نے کہا کہ کسی کے گھر میں ڈیتھ ہوگئی ہے تو میت کے پاس آپ دُعا کروادیں۔ میں نے کہا کہ یہ طریقۂ کار مسنون نہیں ہے۔ کہنے لگے کہ دُعا ہی کرنی ہے اس کا کیا ہے؟ آپ جہاں مرضی کرلیں۔ اس موقع پر کرلیں گے تو کیا فرق پڑے گا؟ دُعا کرنے کا تو ثواب ملے گا۔ میں نے کہا کہ ثواب کی نیت آپ کی ہے، جس ذات نے ثواب دینا ہے اس نے یہ طریقہ نہیں بتلایا، وہ بھولنے والا تو نہیں ہے لہٰذا اس موقع پر میت کو سامنے رکھ کے دُعا نہیں کی جاسکتی اور آپ دیکھیں کہ میت کی موجودگی میں سب سے زیادہ ضروری کیا سمجھا جاتا ہے؟ کہ ہاتھ اٹھا کے سارے دُعا ضرور کرلیں۔

اسی طرح death کے بعد جب تعزیت کے لیے لوگ اکٹھے ہوجاتے ہیں تو سب گروپ میں بیٹھیں گے، اب جو کوئی تعزیت کرنے کے لیے آیا ہے وہ کہتا ہے کہ چلیں ہاتھ اٹھائیں، فاتحہ پڑھ لیتے ہیں، دُعا کرلیتے ہیں یعنی دین کا علم رکھنے والے افراد کو بھی ان باتوں کا خیال نہیں آتا۔ ان کو اگر یہ کہا جارہا ہے کہ یہ مسنون نہیں ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اچھا اب یہ دُعا مانگنا بھی مسنون نہیں ہے، اب یہ بھی نہیں کرسکتے، اب یہ بھی بدعت ہوگئی؟ مجھے یہ بتائیے کہ کیا رسول اللہ ﷺ کو کوئی بھول لاحق ہوئی تھی؟ کیا ربّ العزت کو معلوم نہیں تھا کہ کسی کی ڈیتھ کے موقع پر کون سی چیز مفید ثابت ہوگی؟ اور تعزیت کس طرح کرنی چاہیے؟ جو طریقہ اللہ کے رسول ﷺ نے اختیار نہیں کیا، ہم کیوں بضد ہیں کہ ہم نے وہی طریقہ اختیار کرنا ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ کی محبت کے دعوے کیے جاتے ہیں، پھر ہم

کہتے ہیں کہ ہم سب سے بڑھ کر ان سے محبت کرتے ہیں حالانکہ ان کے طریقے سے محبت نہیں کرنا چاہتے، جو رسول اللہ ﷺ نے کیا وہ نہیں کرنا چاہتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ دراصل ہم ہیں جو فیصلہ کر دیں، یہ وسوسے ہیں، خیال ہیں۔ ہمارے اندر شیطان ایسی mind setting کرتا ہے کہ ہم اس کام کو جو سنت نہیں ہے، بدعت ہے، اس کو سنت سمجھ کر قبول کر لیتے ہیں۔

طالبہ: شیطان کے بارے میں پڑھ رہے تھے تو میں یہ سوچ رہی تھی کہ یہ تو ہمارے جتنے بھی معاملات ہیں اور ہماری عبادات ہیں اور ہمارے جتنے بھی زندگی کے سلسلے ہیں ان سب میں ہی شیطان کا دخل ہے، ایک ایک معاملے میں، ایک ایک سلسلے میں تو پھر ان سب سے 24 hours کس طرح fight کی جائے کہ اس سے بچا جا سکے۔ مثلاً آپ کوئی چھوٹا سا Decision کرنے لگتے ہیں تب بھی وہ دخل دیتا ہے اور کوئی step اٹھانے لگتے ہیں تب بھی وہ آپ کے ساتھ ہوتا ہے، ہر وقت تو وہ ساتھ ہوتا ہے تو اس کے ساتھ یہ fight تو بہت ہی مشکل ہے۔

استاذہ: اکیلے نہیں ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر)

”زمانے کی قسم! انسان نقصان میں ہے مگر وہ لوگ نہیں جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کیے اور جو حق بات کی تلقین اور صبر کی تلقین کرتے رہے“۔

حق کی تلقین کرنے والوں کے ساتھ مل جائیں۔ مثلاً میری ذات ہے، میں اکیلے اپنی اصلاح نہیں کر سکتی اسی وجہ سے تو میں نے آپ کو اکٹھا کیا ہے۔ اسی طرح

آپ کی بھی اکیلے اصلاح نہیں ہوسکتی۔ایک چیز تسلیم کرلیں، یہ جان لیں کہ یہ ہوگا آہستہ آہستہ اور جب اصلاح شروع ہوتی ہے مثلاً دیکھیں! آپ جب وضو کرتی ہیں تو پہلے ہاتھ دھوتی ہیں۔اب اگر آپ کہیں کہ ابھی تو چہرہ بھی دھونے والا ہے، بازو بھی، اتنا سارا اکٹھے کیسے ہوگا؟ پاؤں کب تک دھلیں گے؟ باری باری دھلیں گے بھئی، ایسے ہی اصلاح کا بھی معاملہ باری باری ہوگا۔یہ دیکھ لیں کہ آپ نے اگر effort شروع کر دی ہے، لڑائی شروع کر دی ہے تو انشاء اللہ تعالیٰ صفائی کا سلسلہ بھی شروع ہو جائے گا۔

فرض کریں کہ کوئی گھر گر گیا۔مثال دینا چاہتی ہوں World Trade Center کی، یہ سینٹر جب گرا تھا تو ملبہ اٹھاتے اٹھاتے کتنا عرصہ لگا تھا؟ شاید ایک سال لگا تھا، ایک 911 ایسا تھا جس میں وہ صاف ہو چکا تھا، سال لگا یا دو سال لگے، ایک بات تو سمجھ آتی ہے ناں کہ چاہے جتنی جدید مشینری موجود ہو، ملبہ زیادہ ہو تو بہر حال وقت لگتا ہے۔اسی طرح جو کچھ آج تک سیکھ لیا، جو کچھ ذہنوں میں راسخ ہو چکا، اس کا ملبہ اٹھاتے اٹھاتے بھی وقت لگے گا، کسی طرف زیادہ توجہ ہوگی اور کسی طرف کم تو target بنا کر ہم کچھ چیزوں کو دور کرتے جائیں گے، اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے جائیں گے، مانگنی تو اللہ تعالیٰ سے مدد ہے، شیطان سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگیں گے تو بہر حال یہ موت تک کشمکش جاری رہنی ہے۔یہی جہاد بالنفس ہے اس لیے اس کو سب سے بڑا جہاد کہا گیا ہے۔جو میدانِ جنگ میں جہاد ہے اس میں تو دشمن نظر آتا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے ایک بار کہا تھا جب وہ جہاد سے واپس آئے کہ تم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف لوٹ آئے ہو کیونکہ جہادِ اکبر تو ساری زندگی جاری رہنے والا ہے یعنی جہادِ بالنفس۔ واقعی یہ بہت بڑا جہاد ہے۔اللہ تعالیٰ کی مدد چاہیے اور

اللہ تعالیٰ کی مدد کے ساتھ ساتھ دیکھئے کہ اصلاح کا طریقہ کار اسلام میں کیا ہے؟ جو کام کرنا ہے بولو بھی، کہو، دعوت دو، بلاؤ۔ جب انسان دوسرے کو بتاتا ہے، دعوت دیتا ہے تو خود کو زیادہ ذمہ دار محسوس کرتا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:2)

”تم دوسروں سے وہ بات کہتے ہی کیوں ہو جو خود نہیں کرتے“؟

پکڑا جاتا ہے انسان تو بس اپنے پکڑنے کے لیے خود انتظامات کرتے جانا ہے اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد آتی ہے تو انسان آہستہ آہستہ اپنی صفائی ستھرائی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ گھبرائیں نہیں اللہ تعالیٰ سے یہ بات ضرور کہنی ہے، اللہ تعالیٰ سے ہر روز ضرور کہیں: یا اللہ! تجھے پتہ ہے ہم کمزور ہیں اور تجھے پتہ ہے کہ ہم کس طرح کی زندگی گزارتے ہوئے کہاں آئے ہیں، تو ہمارے لیے ہماری غلطیوں کو معاف کر دینا، ہماری مشکلات آسان کرنا اور ہمارے لیے یہ راستے کھولے رکھنا اور ہمیں اس راستے پر تیز چلنے کی توفیق دینا لیکن یا اللہ! اس کشمکش میں تو نے ڈالا ہے تو کامیاب بھی تو نے ہی کرنا ہے، ہماری مدد فرمایئے۔

طالبہ: یہ جو آج کل مسلمان فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں تو یہ بھی علماء کی طرف سے تلبیسِ حق میں آتا ہے؟

استاذہ: جی بالکل۔

طالبہ: کیونکہ نمازوں کے طریقے اور اسی طرح کے باقی اُمور ہی میں اتنا بکھر کے رہ جاتے ہیں۔

استاذہ: جی بالکل۔ایک چھوٹی سی بات اور بہت بڑی بات، بہت پیاری، بہت گہری، محمد رسول اللہ ﷺ کی بات۔

صَلُّوْا کَمَا رَاَیْتُمُوْنِیْ اُصَلِّیْ (صحیح بخاری: 631)

''نماز اس طرح پڑھو جیسے مجھے پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔''

ہم کیسے نماز پڑھتے ہیں؟ جیسے امی کو دیکھتے ہیں، جیسے ابا کو دیکھتے ہیں، جیسے مولوی صاحب کو دیکھتے ہیں۔ پھر چھپ کیا گئی؟ رسول اللہ ﷺ کی نماز۔ انشاءاللہ تعالیٰ اب وہ چھپی نہیں رہے گی۔ ہم نے پردہ اٹھانا ہے اور رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھنا ہے اور اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی ہے کہ ویسی نماز پڑھنے کی توفیق مل جائے۔ یہ شیطانی طریقۂ کار ہے کہ انسان کو حق سے دور رکھنے کے لیے کسی نہ کسی اُلجھن میں مبتلا کر دیتا ہے۔

اب آتے ہیں اگلے سوال کی طرف۔ چوتھا سوال یہ ہے کہ شیطان کی ڈالی ہوئی نجاست سے بچنے کے لیے فقط اللہ تعالیٰ کا ذکر کافی ہے یا کچھ اور کوششیں کرنے کی بھی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ذکر وسوسے دور کرنے کے لیے بہت ہی اہم طریقہ ہے، اسی وجہ سے ربّ العزت نے فرمایا:

وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ (العنکبوت: 45)

''اللہ تعالیٰ کا ذکر، یہ تو بہت بڑی بات ہے''۔

ذکر کرنا انسان کے لیے مفید ہے۔ شیطان کے وسوسوں سے وہی شخص alert ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور اُسے یاد کرنے والا ہوتا ہے۔ اُسے جب کوئی وسوسہ چھو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے اور جسے اللہ تعالیٰ کا خوف نہیں ہوتا وہ تو وسوسے

کے موقع پر ذکر کرنا بھی بھول جاتا ہے۔شیطان کے وسوسے سے بچنے کے لیے ذکر کی ضرورت اپنی جگہ پر ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنے کی ضرورت ہے۔

ہم اس سلسلے میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی کو دیکھیں گے کہ آپ ﷺ نے کیا شیطان کے وسوسوں کی تکلیف کو کبھی feel کیا؟ یعنی شیطان نے کبھی آپ ﷺ کے اوپر کوشش کی؟ اور اگر کوشش کی تو آپ ﷺ نے اس کے لیے کیا کیا؟ کیا ایک پاک دل، ایک دھلے ہوئے دل، ایک نورِ ایمان سے پُر دل، حکمت سے بھرے ہوئے دل کے اوپر بھی شیطان کا وسوسہ اثر انداز ہو سکتا ہے؟ کیا اس کو بھی نقصان پہنچ سکتا ہے؟ کیا شیطان شفاف چمکنے والے دل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے؟ اس پر بھی کام کرتا ہے؟

ایک روایت آپ کے سامنے رکھنا چاہتی ہوں۔عبدالرحمٰن ابنِ ابی لیلہ کہتے ہیں کہ شیطان اپنے ہاتھ میں آگ کا شعلہ لے کر اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے اس وقت آتا جب آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور جب آپ ﷺ اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے تھے اور آپ ﷺ اعوذ باللہ پڑھتے تھے تو پھر بھی وہ نہیں جاتا تھا۔ایک بار حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا کہ آپ ﷺ یہ دُعا پڑھا کریں:

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَا رَحْمٰنُ (مسند احمد:14913)

”میں پناہ مانگتا ہوں اللہ تعالیٰ کے کامل کلمات کے ذریعے اس کی پیدا کردہ تمام مخلوقات کے شر سے جسے اس نے پھیلایا اور ہر اس چیز کے شر سے جو آسمان سے نازل ہوئی ہے اور ہر اس چیز کے شر سے جو اس کی طرف بڑھتی ہے اور ہر

اس شر سے جو زمین میں پھیلتا ہے اور جو اس سے نکلتا ہے اور رات اور دن کے فتنوں کے شر سے اور رات کو آنے والوں کے شر سے مگر وہ جو بھلائی کے ساتھ آئے۔اے مہربان!''

بات یہ ہے کہ شیطان اپنی شرارت، اپنے وسوسے، اپنے فتنے سے کسی کو محفوظ نہیں رہنے دیتا، اپنا کام وہ کرتا رہتا ہے، اپنی طرف سے وہ effort جاری رکھتا ہے۔یہاں سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ ایک نبی کی حفاظت کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھیجا گیا، دُعا سکھائی گئی اور آپ ﷺ کو کتنے ہی مواقع پر دُعائیں سکھائی گئیں کہ آپ ﷺ یہ دعائیں پڑھیے، یہ الفاظ کہیے کہ ان کی وجہ سے آپ بچ جائیں گے۔سنن نسائی میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس شیطان آیا، اس نے مجھ سے جھگڑا کیا اور میں نے اس کا گلا پکڑ لیا۔اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا! میں نے اس کا گلا اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ اس کے لعاب کی ٹھنڈک اپنے ہاتھوں پر محسوس نہ کر لی اور اگر میرے بھائی سلیمان علیہ السلام کی دُعا نہ ہوتی تو وہ مسجد میں گر پڑتا''۔(سنن نسائی)

یہاں پر یہ بات قابل توجہ ہے کہ آپ ﷺ نے جو لعاب کی ٹھنڈک محسوس کی تو جیسے کسی کا گلا پکڑتے ہیں تو اس کے بعد اسے اپنے معاملات پر کنٹرول نہیں رہتا اور اس کا دم نکلنے کے قریب ہوتا ہے، پھر اس کا لعاب باہر نکلتا ہے تو اسی طرح وہ شیطان بھی مرنے کے قریب تھا۔باقی معاملات کو آپ چھوڑ دیں، آپ کا ذہن باقی معاملات پر غور و فکر کرنے کے لیے آزاد نہیں ہونا چاہیے۔آپ نے ایک بات سوچنی ہے اور وہ یہ کہ شیطان تو نبیوں کو بھی نہیں چھوڑتا اور یہ effort تو سبھی کو کرنی پڑتی ہے، کوشش سبھی کو کرنی پڑتی ہے۔

effort کرنے والے لوگوں میں سے ایک ایسا فرد تھا جو بہت کامیاب تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

''عمر رضی اللہ عنہ جس راہ پہ بھی چلے شیطان اس سے مختلف راہ پر چلتا ہے، راستہ بدل دیتا ہے''۔

کیونکہ عمر رضی اللہ عنہ کی دلیلیں بہت کامیاب تھیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کبھی دھوکہ نہیں کھاتے تھے اور کبھی اپنے نفس کو آزاد نہیں چھوڑتے تھے۔ اس سے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ effort انبیاء علیہ السلام کو بھی کرنی پڑتی ہے اور انبیاء علیہ السلام کے قریبی ساتھیوں کو بھی، بچا ہوا کوئی بھی نہیں ہے۔ کوئی بڑے سے بڑا ولی، صالح انسان، صدیق، شہید، نبی کوئی بھی بچا ہوا نہیں۔ یہ معاملہ تو ہر انسان کے ساتھ ہو سکتا ہے چاہے نیکی کے کسی مقام پر انسان پہنچ جائے اس لیے دو طرح سے effort جاری رکھنی ہے:

1۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا کرنی ہے۔

2۔ شیطان کے ڈالے ہوئے وسوسوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنی ہے اور ساتھ میں Reasoning بھی کرنی ہے۔

بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ Reasoning کرنے کا فائدہ نہیں ہوتا لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ Reasoning کرنے سے ہی انسان کو satisfaction نصیب ہوتی ہے۔ اپنے نفس کو کوئی سخت جواب دے لیں تو بہت افاقہ ہوتا ہے۔ پھر نفس line up ہو جاتا ہے۔ ایک ڈاکٹر دوا دیتا ہے تو پرہیز بھی بتاتا ہے۔ پرہیز کیوں بتاتا ہے؟ کیا دوا پرہیز کے بغیر اثر نہیں کرتی؟ اس کو تو اثر کرنا چاہیے۔ پرہیز کا کیا فائدہ ہے؟ اس لیے کہ مرض نہ بڑھ جائے، دوا جلدی اثر کرے۔ اسی طرح آپ دیکھئے کہ ایک انسان کا معدہ ہے، اس میں جب بہت کچھ بھرا رہے گا تو دوا کو اثر کرنے کا موقع کم ملے گا اس لیے کہ معدہ بیچارہ

مصروف ہے، اس نے جو کچھ بھی اس میں ڈالا ہوا ہے اس کو ہضم کرنا ہے۔ لہٰذا اس کی تو مصروفیت پہلے ہی بڑھی ہوئی ہے تو دوا کو وہ اپنے مقام تک تھوڑی دیر سے پہنچائے گا اور شاید اس کے وہ اثرات مرتب نہ ہو سکیں۔ اس وجہ سے معدے کے فاسد غذاؤں سے خالی رہنے (فاسد سے یہاں مراد یہ ہے کہ ایسی غذاؤں سے خالی رہنا ضروری ہے جو اس بیماری کے لیے نقصان دہ ہوں، جن کا فائدہ نہ ہو) اور پرہیز کرنے سے فائدہ یہ ہوتا ہے کہ غذا کے ساتھ دوا کو ہضم ہونے کا اور اپنے مقام تک پہنچنے کا موقع ملتا ہے۔

ایسے ہی انسان کے دل کے معاملات ہیں۔ اگر دل کے اندر اتنا غبار بھرا رہے گا اور اتنی گندگی رہے گی تو آپ مجھے یہ بتائیے کہ دوا کا کتنا اثر ہوگا؟ جو بھی treatment بتائیں گے اس کا فائدہ نہیں ہوگا، لہٰذا اس کے لیے پرہیز لازم ہے۔ کہتے ہیں پرہیز علاج سے بہتر ہے۔ پرہیز کا دوسرا نام تقویٰ ہے، اللہ تعالیٰ کا خوف۔ اس خوف کی وجہ سے احتیاط پسندی۔ اس لحاظ سے اگر ہم دیکھیں تو رب العزت فرماتے ہیں:

اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَذِکۡرٰی لِمَنۡ کَانَ لَهٗ قَلۡبٌ (ق:37)

''اس میں اس شخص کے لیے بڑی عبرت ہے جس کے پاس دل ہو''۔

فہیم دل، ایسا دل جو سمجھ رکھنے والا ہو، حکمت رکھنے والا ہو۔ اس سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ قرآن کی نصیحت سے بھی اچھا دل، شفاف دل اور حکمت رکھنے والا دل ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے ورنہ نصیحت وہ سبھی کے لیے ہے۔

ؔ دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے اُمتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

بنیادی بات اس دل کو زندہ کرنا ہے۔ دل کی زندگی کے ساتھ وابستہ ہے علم کا دل پر اثر انداز ہونا۔ علم اثر انداز بھی تبھی ہوگا جب دل زندہ ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

شیطان کے وسوسوں کے حوالے سے ہم دیکھ رہے تھے کہ شیطان تو اپنا کام کرتا ہے، پھر انسان کو کیا کرنا چاہیے؟ بچنا چاہیے، شیطان سے پرہیز بہت ضروری ہے، اس لیے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا یعنی اس کی بات کو اپنے دل میں جگہ دے گا، اس کے ڈالے گئے وسوسے کو اس کی طرف سے دشمنی محسوس نہیں کرے گا تو اس کا معاملہ خطرناک ہے۔ قرآنِ حکیم میں آتا ہے:

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَيَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ

(الحج:4)

"اس کی نسبت خدا کے یہاں سے یہ بات لکھی جا چکی ہے کہ جو شخص اس سے تعلق رکھے گا وہ اس کو گمراہ کرے گا اور اس کو عذابِ دوزخ کا راستہ دکھائے گا"۔

یعنی رہنمائی تو کرے گا لیکن بھڑکتی ہوئی آگ کی طرف، اس لیے دشمن کو پہچاننا، دشمن کے ہتھیار سے لگنے والے زخم سے بچنا، اس کے ہر وار سے بچاؤ کا راستہ اختیار کرنا بہت زیادہ ضروری ہے اور اس کے لیے محض زبانی ذکر کافی نہیں ہے، اس کے لیے عملی تدابیر اختیار کرنا بہت زیادہ ضروری ہیں۔ وہب بن منبہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور شیطان کو ظاہر میں برامت کہو اس لیے کہ تم اندر سے اس کے دوست ہو یعنی اس کی بات ماننے والے ہو، اس کی اطاعت کرنے والے ہو"۔ (احیاء العلوم)

ایک بزرگ نے فرمایا:

"تعجب ہے اُن لوگوں پر جو محسن کی اس کے احسان کی معرفت کے باوجود نافرمانی کریں اور دوسری طرف ملعون کی اُس کی سرکشی کے علم کے باوجود اطاعت کریں"۔ (احیاء العلوم)

یعنی پتہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے اور پتہ چل جانے کے باوجود اس کی اطاعت نہ کریں اور پتہ بھی ہے کہ یہ شیطان کا راستہ ہے، شیطان پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے اور یہ بھی پتہ ہے کہ یہ اس کی دشمنی ہے اور وہ اس دشمنی میں ہمیں جہنم تک لے جائے گا، اس کے باوجود اُس کے راستے پہ چل نکلیں، ایسے شخص پر تعجب کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو واقعی ہم پر لوگوں کو تعجب کرنا چاہیے۔ ہم اللہ تعالیٰ کے احسانات کا علم رکھتے ہیں لیکن اس کے باوجود اس کی اطاعت کے راستے پر خوش دلی سے نہیں چلتے، اتنا نہیں چلتے جتنا چلنا چاہیے اور شیطان سے اس طرح بچنے کی کوشش نہیں کرتے جتنا ایک دشمن سے بچنا چاہیے۔ جیسے اللہ تعالیٰ قرآنِ حکیم میں فرماتے ہیں:

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن:60)

''مجھ سے دُعا کرو میں تمہاری دُعا قبول کروں گا''۔

انسان دُعا نہیں کرتا کیونکہ اس وقت اس کے ذہن میں آتا ہے کہ میری دُعا کیسے قبول ہوگی؟ ابھی تو فلاں غلطی کی ہے، میں گنہگار انسان ہوں، میرے لیے بہت مشکل ہے۔ آپ دیکھئے کہ ایک انسان دُعا کی افادیت کا علم رکھتا ہے، پھر شیطانی وسوسوں کی وجہ سے دُعا نہیں کرسکتا اور شیطان انسان سے کہتا ہے کہ تمہاری دُعائیں کیسے قبول ہوں گی؟ اور انسان کہتا ہے کہ ہاں واقعی میں گنہگار ہوں تو دُعا کرنے سے رُکنے کی بجائے گناہ کرنے اور غلطیاں کرنے سے رکنا چاہیے لیکن انسان دُعا کرنے سے رک جاتا ہے۔

ہر موقع پر اگر آپ اپنے دل کا جائزہ لیں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ آپ جو کام کرنا چاہتے ہیں، ایک خبر رحمان کی طرف سے ہے اور ایک وسوسہ شیطان کی طرف سے، یا انسان رحمان کی بات مان رہا ہوتا ہے یا شیطان کی۔ بس alert رہنے کی بہت ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ذرا سی توجہ ہٹی تو شیطان اپنا وار کر جائے گا، وہ چھوڑے گا نہیں۔ اس لیے اس کے وار

سے بچنا بہت زیادہ ضروری ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انسان یہ کہتا ہے کہ واقعی عملاً میری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں تو حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ہماری رہنمائی کی ہے کہ دُعا کی کچھ شرائط ہیں، اگر وہ شرائط پوری نہ ہوں تو دُعائیں قبول نہیں ہوا کرتیں۔ وہ شرائط دیکھ لیتے ہیں، حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے دل مردہ ہیں''۔ لوگوں نے سوال کیا کہ ''دلوں کو کس چیز نے مردہ کیا ہے''؟ تو اس پر انہوں نے کہا کہ ''تمہاری آٹھ عادتیں ایسی ہیں جن سے دل مردہ ہو گئے:

1۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کے حق کی معرفت حاصل ہوئی (تمہیں پتہ لگ گیا کہ اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے؟) لیکن تم نے حق ادا نہیں کیا۔

2۔ تم نے قرآنِ حکیم پڑھا لیکن اس کی حدود پر عمل نہیں کیا۔ (یعنی جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا)۔

3۔ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا دم بھرتے ہو لیکن ان کی سنت پر عمل نہیں کرتے۔

4۔ تم کہتے ہو کہ ہمیں موت کا ڈر ہے لیکن موت کے لیے تیاری نہیں کرتے۔

5۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَکُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْہُ عَدُوًّا (فاطر: 6)

''بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے اسے اپنا دشمن ہی سمجھتے رہو''۔

مگر تم نافرمانی کر کے اس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہو۔

6۔ تم دوزخ سے اپنے خوف اور ڈر کا اظہار کرتے ہو لیکن کام وہ کرتے ہو جس سے دوزخ میں جانا یقینی ہو جائے۔

7۔ تم جنت کے خواہش مند ہو لیکن وہ کام نہیں کرتے جو تمہیں جنت میں پہنچا دیں۔

8۔جب تم بستروں سے اٹھتے ہو تو اپنے عیبوں کو پسِ پشت ڈال دیتے ہو اور لوگوں کی عیب جوئی میں لگ جاتے ہو۔ (احیاء العلوم)

یہ ساری خصلتیں اللہ تعالیٰ کے غضب کا باعث ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ ناراض ہو تو دُعا کون قبول کرے گا؟ قبولیت تو ناراضی کے دور ہونے کے ساتھ ہے۔

اس لحاظ سے ہم نے جو بات دیکھی ہے وہ یہ کہ شیطان alert ہے، کسی کو نہیں چھوڑتا۔ اس سے بچاؤ کے لیے فقط ذکر کرنا انسان کے لیے کافی نہیں، عملی تدابیر اختیار کرنا ضروری ہیں اور اپنے دل کو وسوسوں سے پاک کرنے کے لیے، اپنے دل کو شیطان کے وار سے بچانے کے لیے کوشش ہمیں خود کرنی ہوگی۔ کوشش کے طریقے، دُعا، اللہ تعالیٰ کی پناہ اور پھر بچاؤ کے طریقے اختیار کرنا، خیال کو جھٹکنا اور نفس کا treatment کہ نفس کو جھڑکنا، ڈانٹنا اور اس کو ایسا جواب دینا جس کی وجہ سے وہ شیطان کے جھانسے میں نہ آئے دل کی زندگی کے لیے ضروری ہیں۔